# آبگینہ

خدیجہ خان

# آبگینہ

(مجموعۂ نظم)



خدیجہ خان

# Aabgeena

(Poetry)

Author

Khadeeja Khan

ISBN : 978-93-86619-11-2


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | آبگینہ (مجموعۂ نظم) |
| شاعرہ | : | خدیجہ خان |
| سن اشاعت | : | 2018 |
| قیمت | : | 200 |
| تعداد | : | 225 |
| مرتب | : | کمیل شفیق رضوی |


Add.

**Khadija Khan**

Chitrkote Road, Darampur No.1

Near Ashoka Park, Jagdalpur,Chattisgarh: 494001

Mob:+91-9993626252

+91-9424281621

Published by

**Anybook**

G-248, 2nd Floor, Sector 63, Noida - 201301

Email ID : contactanybook@gmail.com

# انتساب

مرحوم والدین کو

جن کی

دعاؤں کا ہاتھ آج بھی سر پہ ہے

# فہرست

# خدیجہ خانم: مثبت اقدار کی امین

راجندر ناتھ رہبر
شرومنی اردو ساہتیہ کار، پنجاب سرکار
ممبر گورننگ کونسل پنجاب اردو اکاڈمی ۲۰۰۶-۲۰۰۹

خدیجہ خانم اردو کی شعری کائنات کا ایک جانا پہچانا اور سہانا نام ہے۔ ان کے کلام سے میرا تعارف برسوں پرانا ہے۔ ان کا کلام متعدد رسائل و جرائد کے توسط سے ان کے قارئین تک پہنچتا رہتا ہے اور بڑی توجہ اور اشتیاق سے بڑھا جاتا ہے۔ قاری کو ان کی نئی نظموں کا انتظار بھی رہتا ہے۔ گزشتہ دنوں ان کی مختصر بیاض پر نظر ڈالنے کا اتفاق ہوا تو اندازہ ہوا کہ ان کی نظمیں اردو ادب کی صالح اور مثبت اقدار کی امین ہیں۔ ہر لفظ سے سخن کی خوبی اور خوش اسلوبی مترشح ہے۔ ان کی خوش کلامی، خوش گفتاری اور تازہ کاری متاثر کرتی ہے۔ ان کی شاعری پر لطف، معانی خیز اور دلچسپ ہے اور مستند اور ٹکسالی زبان کا مجموعہ

بھی ہے۔ ان کی پاکیزہ اور سنجیدہ شاعری کا پر وقار اور پر متانت لہجہ دلوں پر ایک تا دیر قائم رہنے والا تاثر چھوڑتا ہے اور انہیں بھیڑ سے الگ کرتا ہے۔ وہ شہرت اور ناموری کے خواہش کے بغیر اپنی منزل مقصود کی طرف ایک پر جوش راہی کی طرح گامزن ہیں۔ ایسے رہروانِ راہِ ادب ہی کو منزلیں سلام کرتی ہیں اور بڑھ کر ان کے قدم لیتی ہیں۔ وہ ہندی کی راہ سے ہوتی ہوئی اردو میں تشریف لائی ہیں لہٰذا ان کے کلام میں دونوں زبانوں کا ذائقہ موجود ہے۔ منشی پریم چند اور اوپندر ناتھ اشک اردو سے ہندی میں گئے تھے اور ان پر دو اصحاب نے دونوں پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے کامیابیوں اور شہرتوں کی بستیاں قائم کیں اور ان کی تخلیقات نے بقائے دوام کا درجہ حاصل کیا۔ کیا عجب کہ محترمہ خدیجہ خانم صاحبہ بھی آگے چل کر ایسی ہی حصولیابیوں سے ہمکنار ہوں۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اران کی علمی اور ادبی بصیرت ان کے کلام کو اعتبار اور امتیاز بخشتی ہے۔ وہ اپنی کسی بھی نظم میں اپنے ادبی معیار سے نہیں گریں۔ نہایت عمدہ مصرعے اور الفاظ ان کی نظموں میں آبدار موتیوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں جن کی تابنا کی قاری کی حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ ان کے کلام کا نکھار سامانِ صد حیرت ہے۔ وہ قاری کو اپنے خیالات، محسوسات، تجربات اور جذبات میں شریک کر لینے کا ہنر جانتی ہیں۔

میں نے بڑے غور سے ان کی نظمیں پڑھیں اور شاعرہ کی آتما تک پہنچنے کی کوشش کی اور اس کے دل کے نہاں خانوں اور مخفی گوشوں میں جھانک کر دیکھا۔ کلام پر ایسی ساحرانہ قدرت ایک طویل عرصہ کی مشق و مزاولت کے بعد ہی نصیب ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی ادبی شان اور نجی بڑھت ہر نظم میں قائم

رکھی ہے اور ہر مقام سے شہسوارانہ بلکہ فاتحانہ انداز سے گزری ہیں۔ یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ وہ نئی نظم کی قد آور اور کامیاب شاعرہ ہیں۔ انہوں نے نئی کو بھرپور انداز میں اپنایا ہے اور اسی کو اپنے خیالات، جذبات اور محسوسات کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ حالانکہ غزل کا جادو ہر دور میں سر چڑھ کر بولتا رہا ہے اور موجودہ دور میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ غزل کو ہر عہد میں اردو شاعری کی آبرو اور ایشیا کی مقبول ترین صنفِ سخن قرار دیا گیا۔ قدیم شعرائے دکن، دربارِ شاہانِ گولکنڈہ اور بیجاپور کے شاعر، دربارِ حیدرآباد، رامپور، لکھنؤ، دہلی وغیرہ ادبی مراکز کے شعراء، قطب شاہی اور عادل شاہی عہد کے شعراء غزل ہی میں اپنی جولانیٔ طبع کے جوہر دکھاتے رہے اور اس کی مانگ کو ستاروں سے بھرتے رہے۔ غزل کی بے پناہ مقبولیت کا اندازہ پروفیسر رشید احمد صدیقی کی اس عبارت سے بہ آسانی لگ جائے گا۔ فرماتے ہیں ''غزل جتنی بدنام ہے اتنی ہی مجھے عزیز ہے۔ شاعری کا ذکر آتے ہی میرا ذہن غزل کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ غزل کو میں اردو شاعری کی آبرو سمجھتا ہوں۔ ہماری تہذیب غزل میں اور غزل ہماری تہذیب میں ڈھلی ہوئی ہے۔ دونوں کو سمت و رفتار، رنگ و آہنگ اور وزن و وقار ایک دوسرے سے ملا ہے۔'' لیکن غزل کی اس مقبولیت کے باوجود کہیں نہ کہیں کوئی محمد قلی قطب شاہ، فائزؔ اور حاتمؔ بھی نظم کے شاعر تھے۔ غزل کے ساتھ ہمارے شاعروں کا عاشقانہ وابستگی کے باوجود محترمہ خدیجہ خانم غزل سے منہ پھیرے ہوئی گزریں اور انہوں نے نئی نظم کے ساتھ ناطہ جوڑا۔ کوئی بات تھی کہ انہوں نے نظم کی ضرورت کو محسوس کیا۔ مرزا غالبؔ پہلے شاعر تھے جنہوں نے نظم کی ضرورت کی طرف اشارہ کیا۔ غزل کا کوچہ تنگ

مرزا غالبؔ کے شوقِ سخن گوئی کے مطابق ظرف نہیں رکھتا تھا۔ اس کا گلہ مرزا غالبؔ نے اپنے اس شعر میں کیا۔

بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہئے وسعت میرے بیاں کے لئے

دراصل غزل میں بار بار کہے گئے مضامین دہرائے جا رہے تھے۔ گل و بلبل کا تذکرہ تھا۔ جام و مینا کی بات تھی، محبوب کے خنجرِ خوں ریز کا ذکر تھا۔ ہمارا شاعر محبوب کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو کر رہ گیا تھا اور ذاتی محرومیوں کا سوگ منا رہا تھا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اور بھی غم ہے ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔ جوش ملیح آبادی نظم کے شاعر تھے۔ انہوں نے غزل کو نیم وحشی صنفِ سخن قرار دیا اور غزل کا مذاق یہ کہہ کر اڑایا کہ اس کے ایک شعر میں ''انکار ہوتا ہے'' اور دوسرے شعر میں ''اقرار ہوتا ہے'' جیسی متضاد باتیں لکھنا جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا حالیؔ پانی پتی نے بھی نظم گوئی کی طرف ہمارے شاعروں کی توجہ مبذول کی۔ فرماتے ہیں۔

ہو چکے حالیؔ غزل خوانی کے دن
راگنی بے وقت کی اب گائیں گیا

شاید یہی وجوہات رہی ہوں گی کہ محترمہ خدیجہ خانم نے غزل کو ٹھکرایا اور انئ نظم کو اپنایا۔ نئ نظم فکر اور اظہار کی سطح پر نئ ہوتی ہے۔ شاعر کا دل جب ایک ہی طرح کی تخلیقی اظہاریت سے اکتا جاتا ہے تو وہ پرانے لفظیات، ڈکشن، استعارات اور تشبیہات جو کثرتِ استعمال سے اپنے معنی کھو چکے ہوں، کو نئے معنی عطا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نئ غزل جدید ذہن کے آدمی کی نمائندگی کرتی

ہے۔ یہ نئی تہذیب اور نئی کلچر، جدید معاشرے کی تیزی سے تبدیلی ہوتی ہوئی حالت، معاشی اور تہذیبی گلوبلائزیشن، جارحانہ مادیت اور سیٹلائٹ میڈیا کے باعث رونما ہونے والی تبدیلیوں کی بات کرتی ہے۔ خدیجہ خانم عالمی سوچ کی مالک ہیں اور ان کی شاعری زمینی حقیقتوں سے جڑی ہوئی ہے۔ وہ جانتی ہیں کہ عوام الناس سے الگ تھلگ رہ کر کوئی بھی شاعری بقائے دوام کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی۔ انہوں نے نئی نظم کے لئے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ وہ نئی نظم کے جدید تقاضوں سے بخوبی آگاہ ہیں اور جانتی ہیں کہ قاری ان سے کیا توقعات رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ان کی ایک نظم اور علامت پسند ذہن کی کرشمہ سازیاں دیکھیں۔ نظم کا عنوان ہے 'گڑیا'

''گڑیا''

ہر صوبہ، ہر دیش کی
سندر سلونے رنگ روپ کی
یہ بے زبان گڑیا
اب بولنے لگی ہے
تماش بین بڑے حیران ہیں
سمجھتے تھے جو
ایک کھلونا اسے
باتیں سن کے اب اس کی
پریشان ہیں
وقت کی پرتوں میں

تہذیب کی تہوں میں
گڑیا بری ہوگئی ہے
شوکیس سے باہر نکل آئی ہے
اپنا آکاش چھونے کو
اپنی زمین پر
کھڑی ہوگئی ہے

اس نظم میں لفظ ''گڑیا'' علامتی سطح پر استعمال ہوا ہے۔ جو لوگ عورت کو ایک کھلونا سمجھتے ہیں وہ جان لیں کہ اب خود اعتمادی کا دوسرا نام عورت ہے۔ اس نظم میں ہیروئن 'گڑیا' کوئی کل کی شرمیلی، لجیلی، ہر گام پر جھجکتی ہوئی کنیا نہیں ہے بلکہ ہر محاذ پر کامیابی کے جھنڈے گاڑتی ہوئی خوش اعتمادی سے بھری ہوئی ایک ماڈرن لڑکی ہے جو مردوں کے شانہ بہ شانہ چل سکتی ہے۔ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں کے دوران خواتین میں حیرت انگیز حد تک خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے جس کا اندازہ خود خواتین نے بھی نہیں کیا ہوگا۔ آج زندگی کے ہر شعبہ میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں بلکہ کئی شعبوں میں مردوں سے سبقت بھی لے جارہی ہیں۔ مثال کے طور پر یونیوسٹی یا مقابلے کے دوسرے امتحانات میں خواتین عام طور پر مردوں سے زیادہ نمبر اور امتیازی پوزیشنیں حاصل کرتی ہیں۔ صدیوں سے روندی، کچلی ہوئی یہ مخلوقِ خدا دراصل ہمیشہ گھر کی چار دیواری کے اندر مقید رہی۔ مرد پردھان سماج میں خواتین کو اعلیٰ تعلیم کے حصول سے محروم رکھا گیا۔ گزشتہ صدیوں کی طرف نظر دوڑائیں تو پتہ چلے گا کہ ان خواتین کی تعداد بے حد کم

ہے جو کسی نہ کسی صورت میں تاریخ ہند کے صفحات میں اپنا مقام رکھتی ہیں۔
ایک واضح نام جو ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے وہ مغل بادشاہ اورنگ زیب کی
دختر نیک اختر 'زیب النساء مخفی' کا ہے جو اردو اور فارسی کی بہت اچھی شاعرہ
تھیں اور صاحب دیوان گزری ہیں۔ اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں
موسیقی اور شاعری کے علاوہ دوسرے فنون لطیفہ پر پابندیاں عائد تھیں۔ زیب
النساء مخفی کو ۲۱ سال تک اپنے محل میں نظر بند رہنا پڑا اور صعوبتیں جھیلنا پڑیں
اور وہ نظر بندی کے دوران ہی جہانِ فانی سے رخصت ہوئیں۔ ان کے علاوہ
جو نام ہندوستان کی تاریخ میں ہمارے سامنے آتے ہیں وہ رضیہ سلطانہ، جھانسی
کی رانی لکشمی بائی اور چاند بی بی کے ہیں۔ ادبی محاذ پر عصمت چغتائی، قرۃ
العین حیدر، سروجنی نائیڈو نے بھی نام پیدا کیا۔ اب ایک اور خاتون اس راہ پر
گامزن ہے۔ اسے ہم خدیجہ خانم کے نام سے جانتے ہیں۔ گائکی کے فیلڈ میں
لتا منگیشکر کو ''بھارت رتن'' کے خطاب نوازا گیا۔ خدیجہ صاحبہ کی ایک اور نظم
ملاحظہ فرمائیں۔

''جذبہ''

زندگی عذاب ہوئی
پھر بھی اپنے پاس
موت کو پھٹکنے نہیں دیتی
جب کہ ہاتھ محروم ہیں
روزگار سے
پیٹ دانے سے

اور سر آسرے سے

زندہ رہتی ہے

امید کے اجالوں میں

اونچی اڑانوں میں

اپنے آپ سے جھوجھتی ہوئی

کہ حقیقت میں جسے کہتے ہیں زندگی

ہمیں بھی

حاصل ہوگی کبھی تو

بس یہ جذبہ

نہ مرنے پائے کبھی

اس نظم میں ''جب کہ ہاتھ محروم ہیں''۔ ''روزگار سے''۔ ''پیٹ دانے سے''۔ ''اور سر آسرے سے'' ایسے ٹکڑے ہیں جن کی داد نہ دینا کفر ہوگا۔ جن ہونٹوں تک محرومیوں، تلخیوں، ناکامیوں اور مایوسیوں کے زہر بھرے جام زندگی نے پہنچائے ہیں۔ ان کی عکاسی ان ٹکڑوں میں بڑی خوبی سے کی گئی ہے۔ لیکن کہتے ہیں ''زندگی برامید قائم است''۔ کبھی نہ کبھی سہانی اور تابناک صبح آئے گی اور اندھیرا چھٹ جائے گا۔ اور ''حقیقت میں جسے کہتے ہیں زندگی'' کبھی حاصل ہوگی۔ خدیجہ فرماتی ہیں بس یہ جذبہ مرنے نہ پائے کبھی۔ امید کے سہارے چلتے جایئے۔ خدائے بزرگ و برتر کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ہر ایک شب کے مقدر میں ہے طلوعِ سحر۔

خدیجہ خانم کی ایک اور نظم ملاحظہ فرمائیں۔ عنوان ہے ''روشنی ہے وہ''

وہ دھوپ ہے
کھلتی ہوئی
جلتی ہوئی اک لو ہے
اپنی روشنی سے خود راہ میں اجالا کرتی
اندھیروں سے اسے خوف نہیں
کانپتی لو کو
تھرتھرا کے
سنبھلنے کا ہنر آتا ہے
کتنے کمال کرتی ہے
دیکھنا
ایک دن
یہ بدگمان دنیا
جھکے گی آگے اس کے
سلام کرے گی

خدیجہ کی اس نظم کا روئے سخن غالباً عورت ذات کی طرف ہے۔ ''روشنی ہے وہ'' کا ٹکڑا کس کے لئے استعمال ہوا ہے یہ جاننا انہوں نے قاری کے ذوقِ سلیم پر چھوڑ دیا ہے۔ شاید وہ کوئی نرس ہے جس کے لئے نریش کمار شادؔ مرحوم نے کیا تھا۔

تو ایک نرس نہیں روشنی کی رانی ہے

''روشنی ہے وہ'' شاید کسی ٹیچر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یا شاید کسی

شاعرہ کے لئے جو اپنے علم کی روشنی نئی نسلوں کو منتقل کر رہی ہے۔ خیر ان سوالات سے قطع نظر یہ دیکھنا چاہئے کہ خدیجہ خانم نے کتنی آسان زبان میں اپنی بات کہی ہے۔ ان کی زبان پر فریب حد تک آسان ہے۔ وہ مشکل الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہیں پڑتیں۔ وہ ایک ایسی زبان استعمال کرتی ہیں جو دو تہذیبوں کے میل ملاپ سے ابھری ہے جسے عرفِ عام میں گنگا جمنی بھاشا کہا جاتا ہے۔ یہ ان کی کسی کمزوری کی نہیں بلکہ استقامت کی دلیل ہے کیونکہ مشکل الفاظ کا سہارا لے کر کوئی بڑا خیال شعر میں گزار دینا آسان ہے لیکن مشکل الفاظ کا سہارا لئے بغیر سلیس الفاظ میں عمدہ کلام کہنا اپنی جگہ ایک مشکل فن ہے۔ کلام میں تاثیر کا پایا جانا ان کے جذبہ صادق کی دلیل ہے۔

خدیجہ خانم ایک خاتون ہونے کے ناطے جانتی ہیں کہ ماں ہونے کا مطلب کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ان کی ایک نظم۔ عنوان ہے۔

"ماں ہونے کا مطلب"

جیسے ہوتا ہے پہلے پیار کا احساس
جیسے بھرتا ہے پرندہ پہلی اڑان
جیسے دھک سے رہ جاتا ہے دل کسی بات پر
ایسا ہی لگا تھا
جب وہ ننھی سی جان
پہلے پہل آئی تھی مرے ہوتھوں میں
ماں ہونے کا مطلب
سمجھ آیا تھا تب

کہ یوں ہی نہیں ہوتا حاصل

بلند مرتبہ

یوں ہی نہیں ہوتی

ماں کے قدموں تلے جنت

راتوں کا سکھ

دن کا چین گنوایا تھا

آنچل بھر بھر مانگی تھیں مرادیں

جھولی بھر بھر دی تھیں دعائیں

خود کو سنوارا تھا

ماں ہونے کا مطلب

سمجھ آیا تھا تب

تکالیف کی ایک طویل وادئ پر خار سے گزرنے کے بعد ہی عورت کو 'ماں' کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ شعرائے اردو نے ہر دور میں 'ماں' کے مقدس اور متبرک رشتہ کو موضوع سخن بنا کر ماں کے قدموں میں گلہائے عقیدت پیش کیے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال کی نظم میں ایک شعر حسب ذیل ہے۔

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے جب قابل ہوا تو چل بسی

استادی ابو البلاغت پنڈت رن بندوروی مرحوم (جانشین حضرت دلؔ شاہجہانپوری) نے ایک نظم بعنوان 'ماں' لکھی ہے جو ۳۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اس نظم کے دو اشعار

سوچتا ہوں تیرے رتبے کو کہ کیا کہہ دوں تجھے
کچھ خدا کا خوف ہے ورنہ خدا کہہ دوں تجھے
انبیا کا سر بھی تیرے آستاں پر جھک گیا
یوں سمجھئے آسماں اک آسماں پر جھک گیا

خوشی کا مقام ہے خدیجہ خانم صاحبہ نے اپنی نظم کے لئے ایک مقدس رشتے کا انتخاب کیا۔ آجکل شعراء حضرات اس موضوع پر اپنی غزل میں ایک شعر کہہ کر ایک فرض کی ادائیگی کر دیتے ہیں لیکن یہ موضوع اس امر کا متقاضی ہے کہ اس پر ایک مکمل اور سیر حاصل نظم کہی جائے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آج تک کسی مائی کے لال نے پوجا کی تھالی میں پھول سجا کر، دھوپ دیپ جلا کر ماں کی آرتی اس کے جنم دن پر یا مدرڈے پر نہیں اتاری ہوگی۔ دعا گو ہوں کہ خدا سبھی کو یہ توفیق عطا کرے۔

خدیجہ خانم کے ہاں زندگی کی تلخ اور شیریں جھلکیاں، کائناتی دکھوں کی نشاندہی، قدروں کی پائمالی، وقت کے سسکتے ہوئے حل طلب مسائل، انسانی ہمدردی اور دردمندی، زندگی کی محرومیاں اور ان سے پیدا ہونے والا احتجاجی لہجہ، نسوانی احساسات کی شرح، تخلیقیت کے امتیازی عناصر ہیں جو ان کے کلام کی تفہیم میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بڑی خوش سلیقگی کے ساتھ ان جذبات کو اپنے کلام میں سمویا ہے اور جو کچھ لکھا ہے جذبے کی صداقت کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ قدم قدم پر بڑی سچائی کے ساتھ آپ کو اپنے نہاں خانۂ دل کے راز کھولتے ہوئے مل جائیں گی اور یہی سچی اور اعلیٰ شاعری کی پہچان ہے۔ ان کے فکر و خیال کا دائرہ وسیع ہے۔ ان کی نظموں میں ''کیسے بچیں گے

پران"۔ "پریورتن"۔ "کہاں ہیتوں"۔ "قربت"۔ "نشان"۔ "سلام"۔ "لفظ"۔ "یاد"۔ ان کی شاہکار نظمیں ہیں جن میں ان کا فن پوری شدت اور تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ اس داستانِ دلپذیر کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ خدیجہ خانم صاحبہ کا فانوسِ سخن ہمیشہ جگمگاتا رہے۔ روشنی بکھیرتا رہے اور دیوں کو رام کرتا رہے۔ خدا کرے ان کا پیغام دور دور تک پہنچے اور شہرتوں اور نیک نامیوں کی بستیاں قائم کرے! آمین!!

1085 سرائے محلہ

پٹھان کوٹ (پنجاب، انڈیا) 145001

Mobile: 9417067191

Phone: 0186-2227522

28 جنوری 2013ء

# خدیجہ خانم: جدید نظم کی مہتمم بالشان شاعرہ

ڈاکٹر شفیق ناظم

ادب میں قارئین کا ایک طبقہ ''ادب برائے ادب'' کا قائل ہے جو ادب کو فنون لطیفہ کی شاخ سے جوڑ کر اس سے ذہنی آسودگی چاہتا ہے، تو دوسرا طبقہ ''ادب برائے زندگی'' کا قائل ہے جو ادیب کو سماج کا نبض شناس مان کر اس سے اصلاح معاشرہ کا خواہاں ہے۔

دونوں نظریات کے حامی ہر دور میں رہے ہیں اور رہیں گے۔ ترقی پسند جیسی زبردست تحریک کے عروج وزوال میں یہ دونوں نظریات کارفرما رہے۔ جب تک ترقی پسندوں نے دونوں نظریات کا پاس رکھا تب تک یہ تحریک افقِ ادب پر تابندہ رہی اور جب اس کے علم برداروں نے ''ادب برائے زندگی'' کے دھارے میں بہہ کر ادب کی ادبیت سے روگردانی کی جرأت بے جا دکھائی تو تحریک ماند پڑ گئی۔ اس میں شدت پسندی در آئی، حقیقت نگاری کے نام پر فحاشی

اور نعرہ بازی نے ادب کو پروپیگنڈہ بنا دیا۔

بہر حال دونوں طبقے کے باذوق قارئین کے پیش نظر تخلیق کے باب میں اولین شرط یہ ہے کہ فن پارہ ''مقصدیت'' سے پہلے ''ادب'' کی کسوٹی پر کھرا اترے۔

خدیجہ خانم ہندوستان کی وہ اہم ترین شاعرہ ہیں جنہوں نے اپنی نظموں میں ان شرائط کا بھر پور لحاظ رکھا۔ جہاں انہوں نے اپنی شاعری کو تشبیہات، استعارات، علامتیں وتراکیب کے لعل وگوہر سے مرصع کیا وہیں عصر حاضر کے سلگتے موضوعات کی بھر پور عکاسی کی ہے۔

خدیجہ جب کسی نظم کا تانا بانا بنتی ہیں تو بڑے سلیقے سے علامتوں کی ایسی دھنک رنگ فضا قائم کرتی ہیں کہ نظم اپنے گہرے اثرات قارئین کے دلوں پر چھوڑے بغیر نہیں رہتی۔ مثلاً ''صبح''

سورج کی اجلی کرنوں میں
صبح نظر آتی نہیں
دھوپ بھی کوہاسے میں
ڈھکی نظر آتی ہے
شام کے سائے
بڑے تھکے ماندے سے لگتے ہیں
رات تو پھر رات ہے
پر صبح اِدھر ہی کہیں
قید ہے

ذرا ڈھونڈو تو اسے

کہیں وہ

تمہارے من کے اجالوں میں دبی تو نہیں

آزاد کرو اسے

اپنے اندر محسوس کرو اسے

ذرا دیکھو تو سہی

صبح چھپی ہوئی ہے

یہ صبح چھپی ہوئی ہے

تمہارے ہی وجود میں

تمہارے ہی روپ میں

اس نظم میں ''سوج کی اجلی کرنیں، صبح، ڈھلی دھوپ، شام کے تھکے ماندے سائے، مان کے اجالے، اور رات جیسی علامتوں نے مل کر وہ اثر آفرینی اور زور بیان کے جلوے بکھیرے ہیں کہ قاری ان میں کھو کر ایک توانائی کے ساتھ زندگی سے ملاقات کرتا ہے۔ اس نظم میں وہ یہ کہتی ہیں کہ اصل ''صبح'' وہ نہیں جس سے ہمارا روزانہ سابقہ ہے بلکہ ''عرفان خود آگہی'' ہی اصل ''صبح'' ہے۔ جیسے کہ مہاتما بدھ کو برگد کے نیچے تپسیا میں حقیقت کا عرفان ہوا تھا۔ وہ سکھ کی تلاش میں محل سے نکل کر جنگل میں آبسے تھے اور یہیں انہیں وہ روشنی ملی جس کے سہارے انہوں نے عرفانِ ذات سے عرفانِ کائنات تک کا سفر طے کیا اور یہ پیغام دیا تھا کہ ''زندگی تو دکھوں سے بھری ہے، یہاں جینے کا مزا تو وہی لے سکتا ہے جو دوسروں کو سکھ پہنچانے کا کارن بنے''۔ بس یہی تو وہ اجالا، وہ روشنی کی کرن ہے جسے خدیجہ نے ''من کے اجالے'' کہا ہے۔ ''یہ صبح'' ہر انسان کے

وجود میں ہر انسان کے روپ میں چھپی ہوئی ہے۔ ''صبح'' روشنی بانٹتی ہے دوسروں کو تاریکیوں سے باہر لے آنے کا کام انجام دیتی ہے اسی طرح وہ انسان جس کا وجود ''صبح کی علامت'' سے تعبیر ہو وہ انسانیت کو ''دکھ درد کے اندھیاروں'' سے ''سکھ چین کے اجالوں'' میں لے آنے کا اہم کام انجام دے گا اور یہی تو ''عرفانِ خود آگہی'' ہے، یہی انسان صحیح معنوں میں ''صبح'' ہے۔

یہ ایک ہی نظم خدیجہ کی شاعری کے طول و عرض، چمک دمک، گہرائی و گیرائی تیز زور بیان واثر پزیری کے تعارف کے لئے کافی ہے۔ ایسی کئی نظمیں ہیں جن سے زندگی کا آدرش جھلکتا ہے۔ بطور مثال یہ نظم ''جذبہ''

زندگی عذاب ہوئی
پھر بھی اپنے پاس
موت کو پھٹکنے نہیں دیتی
جب کہ ہاتھ محروم ہیں
روزگار سے
پیٹ دانے سے
اور سر آسرے سے
ہزار بار مر کر بھی
زندہ رہتی ہے
امید کے اجالوں میں
اونچی اڑانوں میں
اپنے آپ سے جوجھتی ہوئی

کہ حقیقت میں جسے کہتے ہیں زندگی

''ہمیں بھی

حاصل ہوگی کبھی تو''

بس یہ جذبہ

نہ مرنے پائے کبھی

یہ سچ ہے کہ ''امید کے اجالے'' ''روشن مستقبل'' کے سپنے ہی مایوسیوں اور محرومیوں میں غموں کا مداوا ہوتے ہیں۔ اگر آس اور امید ہی دم توڑ دے تو اس دکھوں سے بھری دنیا میں جینا دوبھر ہو جائے۔ خدیجہ کہتی ہیں کہ سخت جان زندگی ہزار بار مر کر بھی اسی امید کے سہارے جینے کا مزا لے سکتی ہے۔ خدیجہ کے یہاں ''محرومیوں کی شکایت'' کی بجائے ''پر امید مستقبل کی روشنی'' ہے جس کے سہارے سخت سے سخت راہیں، دشوار سے دشوار مرحلے، بے انتہا سخت آلام ومصائب سے با آسانی گزرا جا سکتا ہے۔

نہایت سادہ سلیس زبان میں زندگی کے ایک اہم فلسفے کو انہوں نے نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

اس نوعیت کی ایک بے حد خوبصورت نظم ہے جس میں اتنی خوبصورت علامتیں ہیں جو دیکھتے بنتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''چلنا ہے تب تک''

چلنا ہے تب تک

پیروں کی تھکن ٹوٹ کر

چور نہ کر دے

پیروں تلے روندھ کر
اپنے ہی چھالوں کو
دھول نہ کردے
کڑی دھوپ جھلسا بھی دے اگر
کالی دھند بکھرا بھی دے اگر
اکھڑتی سانس جب تک
چھوڑ نہ دے ساتھ
آخری آس جب تک
چھوڑ نہ دے ہاتھ
چلنا ہے تب تک
جب تک بچا ہے
جسم کی مٹی میں
ایک بھی بیج
جو بن سکتا ہے درخت
ایک بھی لمحہ
جو بدل سکتا ہے وقت
بچی ہوئی ایک کرن
جو لا سکتی ہے اجالا
جمی ہوئی ایک بوند
جو بن سکتی ہے دھارا

ساتھ یقین ہے جب تک

چلنا ہے تب تک

کون ہے جو اس ''سعیِ پیہم'' و ''جہد مسلسل'' کی اہمیت کا دل سے معترف نہ ہوگا، یہاں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ کہیں بھی ''منزل'' کا ذکر نہیں۔ یہ بھی زندگی کا ایک اہم ترین فلسفہ ہے کہ جب سعیِ پیہم اور جہدِ مسلسل سے آراستہ زندگی ہے تو اس کی منزل کیا ہے۔ ظاہر ہے موت ...... مگر منزل تو ٹھہرنے کا نام ہے لہٰذا یہاں منزل کا ذکر نہیں ہے۔ زندگی ہے تو پھر چلنا ہے۔ زندگی ہے تو جینے کا مزا اسی میں مضمر ہے کہ اس کی خاطر تگ و دو کی جائے لہٰذا کہا گیا ''اکھڑتی سانس جب تک / چھوڑ نہ دے ساتھ'' تب تک چلنا ہے۔ یہاں سماج سے مربوط علامتیں برتی گئی ہیں۔ ان کا تجزیہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انسان کا ایک ایک عمل انسانیت کو فیض یاب کرنے کی خاطر ہو۔ جیسے کہ یہ مصرعے ہیں ''چلنا ہے تب تک / جب تک بچا ہے / جسم کی مٹی میں ایک بھی بیج / جو بن سکتا ہے درخت / ایک بھی لمحہ / جو بن سکتا ہے وقت / بچی ہوئی ایک کرن / جو لاسکتی ہے اجالا / جمی ہوئی ایک بوند / جو بن سکتی ہے دھارا''۔

گویا یہ جینا صرف اپنی ذات کی خاطر نہ ہو بلکہ سماج میں درخت کی مانند فیض پہنچانے کی خاطر ہو۔ ایک کرن کی طرح زمانے میں روشنی پھیلانے کی خاطر ہو۔ ایک دھارا کی طرح اس دھرتی کو سرسبز و شاداب بنانے کی خاطر ہو۔ حرکت و عمل کے پیغام سے آراستہ نیز علامتوں و استعاروں سے آراستہ اور کئی نظمیں ہیں جیسے ''حسرتیں''، ''حوصلہ''، ''جد و جہد'' وغیرہ۔

اس کے علاوہ خدیجہ کے یہاں نسوانی احساسات کی شرح نہایت

خوبصورت پیرائے اظہار میں ملتی ہے۔ مثلاً ہجر، سانحہ، پرستیش، کہاں ہوں، قربت، یادوغیرہ نظمیں، ملاحظہ فرمائیں۔

''ہجر''

ہجر میں بھی
فرقت کا گماں
ہونے نہیں دیتا
رہتا ہے وہ خیالوں میں
اتنے قریب کہ
وصل کی صورت میں
ڈھلنے لگتا ہے
اس کا احساس

❖❖❖❖
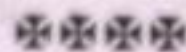
''سانحہ''

یہ یادیں
یہ باتیں
یہ آدھی سی ملاقاتیں
بہت روحانیت ہیں ان میں
ایک معصومیت ہے ان میں
یہ لمحۂ الفت

آیا ہے بعد مدت

بس دعا ہے یہی

یہ کھو نا جائے کہیں

رہے سدا سدا

یہ وفا

یہ ادا

یہ صدا

✠✠✠✠
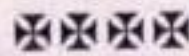
''پرستیش''

کیسی محبت ہے

لکھا قسمت میں جس کے

تمام عمر کا ہجر

کم کیسے ہو لگن

جب دل ہی خود

پرستار ہو جائے

اور یہ دل کی لگی

پرستیش ہو جائے

✠✠✠✠
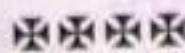
''کہاں ہوں''

بات اس کی

یاد اس کی

دن اس کی

رات اس کی

تنہائی میں بھی

میں تنہا نہیں ہوں

بخدا

میں وہاں ہوں

میں جہاں نہیں ہوں

میں یہاں ہوں
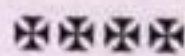
پر میں یہاں نہیں ہوں

ہائے

میں کہاں ہوں!!

✠✠✠✠

''قربت''

فراق کے لمحے

دم توڑتے آغوش میں

یادیں

سانس لیتیں
احساسوں میں
اور مسلسل
دھڑکتا رہتا ہے
کوئی سینے میں

✠✠✠✠
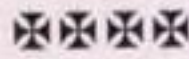
''یاد''
رات تک
خیالوں میں
یادوں کا قافلہ
کبھی جگاتا رہا
کبھی تھپکی دے کر
سلاتا رہا
آخر دھڑکنوں کا ساز
خوابیدہ آغوش میں
ڈوبتا چلا گیا

✠✠✠✠
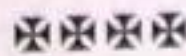
ان نظموں میں خوبصورت خیالات کی ترسیل کے لئے نہایت عمدہ ترتیبِ لفظی برتی گئیں، جیسے "وصل کی صورت میں ڈھلنے لگتا ہے اس کا احساس / یہ آدھی سی ملاقاتیں، بہت روحانیت ہیں ان میں / جب دل ہی خود پرستار ہوجائے اور یہ دل کی لگی پرستیش ہوجائے / میں وہاں ہوں میں نہیں ہوں، میں یہاں ہوں، پر میں یہاں نہیں ہوں / نظم "قربت" تو مکمل ہی عمدہ لفظوں کی ترتیب سے بجی ہوئی ہے، اسی طرح نظم "یاد" بھی ........

خدیجہ صرف نسوانی جذبات کی عکاسی ہی نہیں کرتی بلکہ وہ خواتین میں خوداعتمادی کے اوصاف دیکھنا چاہتی ہیں۔ ان پر ہورہے ظلم وزیادتیوں کا کھل کر احتجاج کرتی ہیں۔ مثلاً یہ نظم جو خواتین کے تقدس پر استوار ہے، ملاحظہ کریں۔

"روشنی ہے وہ"

وہ دھوپ ہے کھلتی ہوئی
جلتی ہوئی اک لو ہے
اپنی روشنی سے
خودراہ میں اجالا کرتی
آندھیوں سے
اندھیروں سے
اسے خوف نہیں
کانپتی لوکو
تھرتھرا کے
سنبھلنے کا ہنر

آتا ہے
اِس لو نے
ہر سمت مشعل بن کر
دکھایا ہے اپنا جاہر
کتنے کمال کر کے
دیکھنا اک دن
یہ بدگمان دنیا
مانے گی اس کی اہمیت
سلام کر کے اسے

اور یہ نظم جو خواتین کے ظلم وستم کا نوحہ بھی ہے اور صنفِ نازک کے صبر و برداشت کی علامت بھی۔

دیکھئے یہ موثر نظم

''نشان''

طبیعت تو خوب
پائی ہے لہروں نے
چٹانوں پہ
سر پٹک پٹک کے
دم توڑنے کی
اس کی فطرت کا کمال تو دیکھو
بار ہا ٹوٹ کر بھی

سنگِ دل کے سینے پر
آخراپنے وجود کا نشان
چھوڑ جاتی ہیں۔

ان موضوعات کے علاوہ وہ حالاتِ حاضرہ، سیاسی اتھل پتھل اور ملک کو درپیش مسائل پر بھی گہری نظر رکھتی ہیں، ان کی نظم ''قیامت'' کشمیر کے کشیدہ حالات کا منظر نامہ پیش کرتی ہے تو نظم ''لال سلام'' نکسلوادی گروہ کی قتل و غارت گیری پر بھر پور چوٹ کرتی ہے۔ ساتھ ہی ایک سوالیہ نشان بھی چھوڑتی ہے۔ وہ سوال کیا ہے؟ ۔۔اس کا جواب بعد میں پہلے نظم

''لال سلام''

لہولہان ہوا
خود ہی اپنے سبب
پاش پاش ہوا
جن گاؤں میں لی تھی پناہ
رسد پانی اور تحفظ کی
پورے کے پورے گاؤں
کردیئے خالی
اور وہیں پھر کیا خونریز فساد
امبوش لگا کر
چوطرفہ گھیراؤ ڈال کر
گشتی دل کو بدل دیا

بلاشوں کے امبار میں
سرکار کے محافظ جوانوں نے
جان گنوا کر
شہیدوں میں نام تو لکھالیا
پر اپنے گھر والوں کو
عمر بھر کے رنج والم میں ڈبو دیا
کیسا عجب مسئلہ ہے
کیسی قابل مذمت حرکت ہے
کب تک یہ سپاہی
ہوتے رہیں گے شہید
حکومت اور سامیہ واد کی لڑائی میں
دو پاٹوں کی پسائی میں
گاؤں کا عام آدمی
دہشت کے ماحول میں ڈرا سہما
عام زندگی سے محروم
دیکھ کر عبرت نام انجام
کسی کا چہرہ شرمسار ہوا؟
لال سلام یہ تمہیں کیا ہوا
تمہاری راہ اب تو
انسانیت کے خون سے لہولہان ہوئی

اس نظم میں نکسلوادیوں کی تخریب کاری کا پورا نقشہ کھینچا گیا کہ کس طرح وہ گاؤں میں پناہ لے کر گاؤں کے گاؤں خالی کروا دیتے ہیں کس طرح پولس کو چکما دے کر (جسے وہاں کی زبان میں امبوش لگانا کہتے ہیں) اسے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور ان پر اندھا دھند گولیاں برسا کر موت کا خونی کھیل کھیلتے ہیں۔ پھر سپاہیوں کی شہادت سے ان کے اہل خانہ پر کیا گزرتی ہے اس کا دردناک حال بیان کیا گیا ہے اور گاؤں کے عام انسانوں کی ہنستی کھیلتی، زندگی کیسے دہشت زدہ ماحول میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ان تمام حالات کو وہ ایسے بیان کرتی ہیں جیسے ہم یہ دل دوز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور پھر سب سے اہم موڑ اس نظم میں تب آتا ہے جب وہ یہ سوال کرتی ہیں ''دیکھ کر عبرت نام انجام / کس کا چہرا شرمسار ہوا /''

جی ہاں یہ نظم ایک ایسا سوالیہ نشان چھوڑتی ہے کہ پڑھنے والا اس نظم کے اختتام کے بعد بھی اس نظم کو آگے بڑھاتا جاتا ہے اور اس کے اصل مجرم تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ سیاسی سازشوں اور چالوں کو سمجھنے کی اپنی بساط بھر کوشش کرتا ہے اور یہی اس نظم کی اصل کامیابی ہے یہی اس مسئلے کا حل بھی ہے کہ اس چہرے کو بے نقاب کیا جائے جو اس بربادی کے پس پشت ہے۔ ایک قلمکار اپنے قلم سے جہاد کر سکتا ہے اس کی بہترین مثال خدیجہ خانم ہیں۔

ان کی نظمیں معاشرے میں جینے کے آداب بھی سکھاتی ہیں۔

بطور مثال یہ نظم۔

''لفظ''

لفظوں کے ہتھیار

سنبھل کر کیجئے استعمال

ذرا چوکے تو

حدیں ساری

ٹوٹ جائیں گی

چکنا چور ہو جائیں گے

رشتوں کے گلدان

رہیں ہوشیار

کردے نہ کوئی وار

بڑے جان لیوا ہوتے ہیں

یہ لفظوں کے ہتھیار

اس نظم میں گفتگو کے سلیقے کے ضمن میں بے حد موثر انداز میں بتایا گیا کہ لفظ مثل ہتھیار ہیں جس سے رشتوں کے گلدان چور چور ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا بہت ذمہ داری سے لفظوں کو برتنا چاہیے۔ اس نظم میں ہتھیار، گلدان، حدیں جیسے اہم استعارے برتے گئے ہیں جن سے نظم کی تاثیر میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشرتی زندگی کے تعلق سے ان کی ایک اہم نظم ''جلسہ'' بھی جس میں ہائی سوسائٹی کی فیشن زدہ تہذیب کا خوب نقشہ کھینچا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

''جلسہ''

شامیانوں کے اندر

مسکراہٹیں

ہر ایک کے چہرے پہ چسپاں ہیں

رنج وغم کا

کہیں بھی نشان نہیں

خوبصورت لباسوں میں

لپٹے ہوئے

خاص وعام لوگ

خوشی کا ملمع چڑھائے

خوب بڑھا رہے ہیں

جلسے کی رونق

الغرض خدیجہ ایک نہایت معتبر، باشعور، ذمہ دار، حساس و باوقار شاعرہ ہیں جو جذبات واحساسات کو لفظی پیکر عطا کر سکتی ہیں، ان کے یہاں لطافتِ زبان کے چٹخارے بھی ہیں اور کاٹدار لفظوں کے وار بھی۔ ان کی شاعری میں ذہنی تربیت کا سامان بھی ہے اور ناانصافیوں کے خلاف سخت احتجاج بھی، نسوانی جذبات کی نزاکت بھی اور معاشرتی و سیاسی شعور کی بالیدگیٔ فکر بھی۔ ان کا فن مشرقی تہذیب کا پاسبان وآئینہ دار ہے۔ جدید نظم کے تناظر میں وہ اپنے ہم عصر نظم نگاروں میں نمایاں مقام کی حاصل ہیں۔

محولہ بالا نظمیں ان کے شائع ہونے والے شعری انتخاب سے لی گئی ہیں، اس انتخاب کی اشاعت جدید نظم کے سرمائے میں یقیناً قابلِ قدر اضافہ شمار کی جائے گی۔

# قلم کا سفر

خدیجہ خانم

شعر و شاعری کا شوق و ذوق بارہ تیرہ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ بڑے بھائی محترم لطف الحق کو شوق تھا وہ کئی شعری مجموعے لاتے رہتے تھے جیسے کہ ڈاکٹر اقبال، قتیل شفائی، شکیل بدایونی، فراق گورکھپوری، جوش ملیح آبادی وغیرہ۔ اس وقت جب میں نے پڑھا تو زیادہ تو نہیں مگر جتنا سمجھ آیا اچھا لگا اور پڑھنے کی طلب وہیں سے جاگی۔ اسکول کی پڑھائی کے دوران زیادہ زور کورس کی کتابیں پڑھنے کی طرف ہی ہوتا۔ گھر والے جب بھی میرے ہاتھ میں کوئی دوسری کتاب دیکھتے تو ٹوکتے کہ جاؤ اپنی کلاس کی کتابیں پڑھو یہ تمہارے کام کی نہیں۔ شعر کہنا تو نہیں شروع کیا لیکن ہاں دسویں درجے آتے تک نثر لکھنے لگی۔ دسویں میں ہی پہلی بار ایک ناٹک لکھا جو سالانہ جلسے میں کھیلا گیا۔ گیارہویں کلاس میں ایک کہانی لکھی جو اخبار میں باقاعدہ انعام کے ساتھ شائع ہوئی۔ گیارہویں (1985)اس دور میں ہائر سیکنڈری ہوتی تھی، اس کے بعد کالج۔ کالج کے فرسٹ ایئر میں، کالج کی میگزین چھپ رہی تھی، اس میں اپنی نظم

(کویتا) دی جسے پہلا انعام ملا اور وہ چھپی۔ اس بیچ غزلیں لکھنے کی شروعات ہو چکی تھی۔ استاد کوئی تھا نہیں۔ تخلیقات اب یہاں وہاں چھپنے لگی تھیں۔ 1989 میں شادی ہو گئی لیکن میں نے پڑھنا اور لکھنا دونوں نہیں چھوڑا۔ 2001 میں پہلا ہندی غزل کا مجموعہ (سنگرہ) ''سپنا سا لگے'' منظر عام پر آیا، جسے اردو داں لوگوں نے لا بحر ہے کہہ کر خارج کرنے کی کوشش کی، لیکن یہ ہندی ادب میں سراہا گیا۔

غزل لکھنے کا خیال پھر دل سے نکل گیا۔ نثری (آزاد) نظم کی طرف رجحان بڑھا۔ اردو میں جو نظمیں لکھیں ان کا ہندی میں ترجمہ (انواد) سمکالین کویتا کے روپ میں اور مجموعہ ''سنگت'' کے نام سے 2014 میں شائع ہوا۔ ہندی ادب میں اسے پسند کیا گیا۔

ہندی اردو میں ساتھ ساتھ چھپتی رہی۔ آکاش وانی، دور درشن سے بھی جڑ گئی۔ سفر جاری ہے اور اب ''آبگینہ'' کی شکل میں میری نظموں کا مجموعہ پیش خدمت ہے۔

شکریہ

خدیجہ خان

# نعت

نورِالٰہی سرورعالم
آپ کی ہراک بات ہدایت
سبحان اللہ، سبحان اللہ
حسن ادا اخلاق کا پیکر
نبی اکرم، نبی اکرم
سرور دین و دین ہدایت
ماشاءاللہ ماشاءاللہ
جو بھی پڑھے ہے آپ کا کلمہ
ہوتی ہے اس پر رحم کی بارش
اللہ جن پہ خود بھیجے ہے
درود کی ہے اتنی فضیلت
میرے نبی کی چاہت دل میں
شکر خدایا، شکر خدایا
برکتوں والا نام ہے ان کا
صلی اللہ علیہ وسلم
کتنے عظیم الشان ہے واللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

✠✠✠✠

## قربت

فراق کے لمحے
دم توڑتے
آغوش میں

یادیں
سانس لیتیں
احساسوں میں
اور مسلسل
دھڑکتا رہتا ہے
کوئی
سینے میں

✠✠✠✠

## یاد

رات تک
خیالوں میں
یادوں کا قافلہ
کبھی جگاتا رہا
کبھی تھپکی دے کر
سلاتا رہا
آخر دھڑکنوں کا ساز
خوابیدہ آغوش میں
ڈوبتا چلا گیا

✠✠✠✠
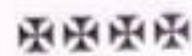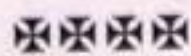
# زہر

چھپک کی
آواز کے ساتھ
ذہن کے پانیوں میں
گرتا ہے
لفظوں کا پتھر
بنتے بگڑتے
احساسوں کے
گھیرے در گھیرے
مٹ جائیں گے
بنا کوئی نشان چھوڑے
مگر یہ زہر آلودہ پتھر
پڑے رہیں گے یوں ہی

ذہن کی
تلہٹوں میں
رینگتے
اپنی ہی طرح
زہر آلودہ

✠✠✠✠
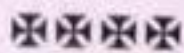
# ماضی

بہت خوبصورت
خوش_ نما
ہنستے مسکراتے
گاتے گنگناتے
وہ دھڑکتے لمحے
جیتے جاگتے لمحے
یک_ بیک
ایک دن
ہو گئے روبرو
پرانی کتاب کے
پنے میں دبے ہوئے
لیکن یہ کیا

تازہ گلابوں سے بھی زیادہ
مہک رہے تھے یہ
ان سوکھے ہوئے پھولوں سے
آ رہی تھی
گزرے ہوئے پلوں کی
تازہ خوشبو

✠✠✠✠
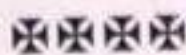
## ماہ کامل

ایک ماہ کامل ہے میرا
اس کائنات میں
جس کی روشنی میں
جگمگاتا ہے میرا عکس
منور ہیں میری راہیں
نور اس کا ہے پرسکون
وہ تجلی ہے راہ حیات کی
اس کی نرم و نازک شعاعوں سے
کوئے دل میں اجالا ہے
میرے ماہ کامل کو
میرے مولیٰ
محفوظ رکھنا

✠✠✠✠

## ہجر

ہجر میں بھی
فرقت کا گماں
ہونے نہیں دیتا
رہتا ہے وہ خیالوں میں
اتنے قریب کہ
وصل کی صورت میں
ڈھلنے لگتا ہے
اس کا احساس

✠✠✠✠

## تلاش

حسرتوں کی پیاس
لے جائے گی کہاں کہاں
صحراؤں میں
سمندر میں
نیلے کھلے امبر میں
چھان ماری خاک
زمیں سے آسماں تک
جسم سے جاں تک
یہی تلاش
قائم رکھے گی
وجود دنیا کا
تاقیامت
سفر حیات کا
حیوان سے انساں تک

✠✠✠✠

## صفر

عمر کی ڈھلان پر
تھک ہار کر
بیٹھی ہے زندگی
حساب کرتی ہوئی
آخر میں
اندر باہر
بس ایک صفر
ہی بچا رہ گیا

✠✠✠✠

# روشنی ہے وہ

روشنی ہے وہ
وہ دھوپ ہے کھلتی ہوئی
جلتی ہوئی اک لو ہے
اپنی روشنی سے
خود راہ میں اجالا کرتی
آندھیوں سے
اندھیروں سے
اسے خوف نہیں
کانپتی لَو۔کو
تھرتھرا کے
سنبھلنے کا ہنر
آتا ہے

اس لَو نے
ہر سمت مشعل بن کر
دکھایا ہے اپنا جوہر
کتنے کمال کر کے
دیکھنا اک دن یہ بدگمان دنیا
مانے گی اس کی اہمیت
سلام کر کے اسے
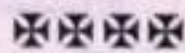
✠✠✠✠

## پونجی

دولت لالچ ہوس
جھوٹ فریب نفرت
یہ اب عیب نہیں
انسانی فطرت میں
گھلے ملے رنگ ہیں
رونق ان کی ہے لبھاتی
دیکھنے والے کو چونکاتی
حیا ان پر اب ہمیں
بہت کم ہے آتی
سفرِ حیات کا مگر
ایک ہی جگہ
پہنچائے گا سب کو
مٹی کے تن کو
بچا کے رکھے گا کب تک

✠✠✠✠

## جلسہ

شامیانوں کے اندر
مسکراہٹیں
ہر ایک چیز پہ چسپاں ہیں
رنج_و_غم کا
کہیں بھی
نشاں نہیں
خوبصورت لباسوں میں
لپٹے ہوئے
خاص_و_عام لوگ
خوشی کا ملمع چڑھائے
خوب بڑھا رہے ہیں
جلسے کی رونق

✠✠✠✠

## حسرتیں

قلم بھی تڑپ اٹھا
قرطاس پہ
لکھنے سے پہلے
لہولہان حرف
ہو گئے برف
اف سرد احساس
امیدوں کو
مار نہ ڈالے کہیں
گھائل پروں کے ساتھ
یہ حسرتیں
اڑنے سے
باز نہیں آتیں
اور آخرکار
لڑکھڑاتی پرواز
جبین فلک
چوم لیتی ہے

✠✠✠✠

## لفظ

لفظوں کے ہتھیار
سنبھل کر
کیجیئے استعمال
ذرا چوکے تو
حدیں ساری
ٹوٹ جائیں گی
چکنا چور ہو جائیں گے
رشتوں کے گلدان
رہیں ہوشیار
کر دے نہ کوئی وار
بڑے جان لیوا ہوتے ہیں
یہ لفظوں کے ہتھیار

✠✠✠✠

# قیامت

سنتے تھے
گناہوں کی انتہا
زمیں پر حد سے
جب بڑھ جائے گی
تو قیامت
برپا ہوگی
برسے گی آگ
آئے گا سیلاب
قدرت کا قہر
نازل ہوگا
اللہ رحم کرے
آج اس ہولناک دور سے
گزر رہے ہیں ہم
جہاں
زمیں کے ہر خطے میں
ٹکڑوں ٹکڑوں میں
زندگی ہو رہی ہے تباہ
کہیں جنگ کہیں وحشت
کہیں بھوک کہیں دہشت
گونجتے دھماکے
بہتے دریا لہو کے
موت کے قہقہے
یہاں سے وہاں تلک
زہریلی فضاؤں میں
بے بسی ہی بے بسی
گویا سب کچھ
اپنے اختیار سے بے قابو
اب اور کس شکل میں آئے گی قیامت؟

✠✠✠✠

## دوپایہ

دوپایہ
کوئی نہیں سوچتا
اک دن فنا
ہو جائے گا
ہمارا وجود
زندگی ہے تو
جینا ہے
بلاوجہ بے سبب
کتنی حیران پریشان
کتنی بے نام بے جان
کبھی لگتی ہے
جیسے ہوتے ہیں
چوپایہ
ہم بھی کہیں
دوپایہ تو نہیں
انسان کی شکل میں

✠✠✠✠

## سانحہ

یہ یادیں
یہ باتیں
یہ آدھی سی ملاقاتیں
بہت روحانیت ہے ان میں
ایک معصومیت ہے ان میں
یہ لمحۂ الفت
آیا ہے بعد مدت
بس دعا ہے یہی
یہ کھو نا جائے کہیں
رہے سدا سدا
یہ وفا
یہ ادا
یہ صدا

✠✠✠✠

# امید

زندگی عجب ہے
پھر بھی اپنے پاس
موت کو
پھٹکنے نہیں دیتی
جب کہ ہاتھ محروم ہیں
روزگار سے
پیٹ دانے سے
اور سر آسرے سے
سخت_ جان زندگی
ہزار بار
مر کر بھی
زندہ رہتی ہے
امید کے اجالوں میں
اونچی اڑانوں میں

اپنے آپ سے
جوجھتی ہوئی
کہ حقیقت میں
جسے کہتے ہیں زندگی
ہمیں بھی
حاصل ہو گئی کبھی تو
بس یہ جذبہ
نہ کبھی مرنے پائے

✠✠✠✠

## میں

تیری گفتگو میں
ایک جستجو ہے
جو میرے روبرو ہے
میرا ہو_بہ_ہو ہے
میرا میں
اور تیرا میں
دراصل یہی تو
دونوں کا عدو ہے
چلو اس میں کا
فاصلہ مٹا دیں
مگر
میں کی اس انا میں قید
ہمارے وجود کو
یہ فیصلہ
منظور کب ہے

✠✠✠✠
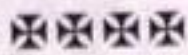
## قدرت

پتے سارے کے سارے
ہرے_بھرے تھے کبھی
دھیرے دھیرے
ایک ایک پتہ
پیلا ہو کر
دم توڑ رہا ہے
جڑا تھا جن سے
اب ان کا ساتھ
چھوڑ رہا ہے
قدرت کا قانون
یہی ہے
تبھی تو پھوٹیں_گی
نئی نئی کونپلیں

✠✠✠✠

## ختم ہونے تک

وقت وقت کی بات ہے
آج
بدل چکا ہے
وقت کا وہ خوبصورت
دل فریب چہرا
جلنا ہے اب
گردش دوراں کی
بھاگ میں
راکھ ہونے تک
بدن کے شعلے خاک
ہونے تک
یہ سفر
ختم ہونے تک

✠✠✠✠

## جادو

خوبصورت
حادثے سے
زندگی
کچھ اس طرح
ہوئی دوچار
محسوس ہوا
جادو کسی کا
اس طرح بھی
چلتا ہے

✠✠✠✠

## نشان

طبیعت تو خوب پائی ہے
لہروں نے
چٹانوں پر
سر پٹک پٹک کے
دم توڑنے کی
اس کی فطرت کا
کمال
ہر بار ٹوٹ کر بھی
کم نہیں ہوتا جمال

✠✠✠✠

## سوال

بے قصور آہیں
کر رہیں سوال
معصومیت
کیوں ہوئی ہلاک
تلخ ہے جواب
کون ہے ذمہ دار
بدلتے حالات
سیاسی چالیں
مذہبی دیوار
قانونی لوچ
یا ہماری سوچ

✠✠✠✠

## علاوہ

اندر کی
یہی آگ
سلگائے گی
جلائے گی
پھر تپا کر
چمکائے گی
سونا بننے کے پہلے
گلنا پگھلنا
پڑتا ہے
اس آگ میں جل کر
نئے روپ میں ڈھل کر
جو احساس جواں ہوگا
تو اپنے ہونے کا گماں ہوگا
ہے علاوہ کی گزارش
اس آگ کو بجھنے مت دینا
آخر کار
سنگ دل کے سینے پر
اپنے وجود کا نشاں
چھوڑ جاتی ہے
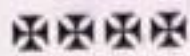
✠✠✠✠

# منزل

خود سے کیوں
خفا خفا سے
لگتے ہو
آپ اپنے سے
بدگماں سے
لگتے ہو
بہتر ہے
وقت کے
دھاروں کے ساتھ
بہہ چلو
سفر کے سارے
درد و غم
سہہ چلو
کہیں تو
نظر آئیگا ساحل
شاید
ہو جائے حاصل
وہ منزل
جس کی تلاش ہے
اب تک تم کو!

✠✠✠✠

# وصال

جدائی سے گزرتا چلا گیا
ایک طلاطم میں
یہاں بھی
وہاں بھی
موسم کے تیور
ہواؤں کی شوخی
مہکی سی فضا
پھولوں کے زیور
دونوں طرف سے
گپ چپ صدائیں
آکے مل رہی ہیں
خیالوں ہی خیالوں میں
وصل کی یہ رت
گھل مل رہی ہے
کیا خوب
اندھیروں میں
لو جل رہی ہے

✠✠✠✠

# حقیقت یا فسانہ

دیر سے نیند
کمرے میں ٹہل رہی ہے
آنکھوں میں خیالوں کے
رنگ بھر رہے ہیں
وقت اپنی رفتار سے
سرکتا جا رہا ہے
چاندنی سب دیکھ کے
مسکرا رہی ہے
وجود بت بن کے
ایک طرف کھڑا ہے
حقیقت اور فسانے
کے درمیان
بس ایک پردہ ہے

جسے سوچوں تو
حقیقت ہے
دیکھوں تو فسانہ
دونوں کے ردِعمل میں
ایک سچ کی تلاش ہے

✠✠✠✠

## راز

زمیں سے فلک تک
آخری جھلک تک
مراسم دلوں کے
بے نام منزلوں کے
خلاؤں سے گفتگو
اپنی ہی جستجو
چاہتوں کے سلسلے
صدیوں کے مرحلے
اور چھور نہیں کوئی
قافلے ہی قافلے
انسانی جسموں کے
تہذیبی قسموں کے
ہر جسم ایک طلسم ہے

ہر طلسم ایک دل ہے
اس دل کے
راز سمجھنا
باقی ہے ابھی

✠✠✠✠

## تشنگی

دل کی تپش
سینے کی خلش
جوشِ جگر
ہوشِ نظر
حسن وعشق
مال ورزق
لبوں پہ جب بھی
ان کا ذکر آیا
اے تشنگی نام ترا
ان کے ساتھ ضرور آیا

✠✠✠✠

## ناسور

نا رہتا ہے ہرا
نا ہی سوکھتا ہے
چبھتا ہے کہیں گہرا
رہ رہ کے
یہ درد
زندہ رکھتا ہے
اس زخم کو
جو تبدیل
ہوتا جارہا ہے
دھیرے دھیرے
ناسور میں

✠✠✠✠

# محویت

ہر جگہ ہر کہیں
اے ہم نواں ہم نشیں
ہر شے میں تو ہر لے میں تو
تن میں تو من میں تو
پل چین میں تو
رنگ ہی رنگ چھا جائیں
فضائیں مہک جائیں
پرسکون پرکشش
جھلک کہیں جو مل جائے
قبول ہوں جیسے دل کی دعائیں
ہر کسی کو جستجو تری
کعبہ کاشی میں
خوشبو تیری

تو پیار تو ہی پریم
کیا آسماں کیا زمیں
دیکھوں میں جہاں کہیں
تری قدرت ہے وہیں
یا پھر بتا مجھے
تو کہاں کہاں نہیں

✠✠✠✠

## پرستش

کیسی محبت ہے
لکھا قسمت میں جس کے
تمام عمر کا ہجر
کم کیسے ہو لگن
جب دل ہی خود
پرستار ہو جائے
اور یہ دل کی لگی
پرستش ہو جائے

✠✠✠✠

## آہ

کتنا حسین
زخم دیا ہے
گلابی دل پر
سیاہ داغ
ہر دھڑکن
کے ساتھ
دھڑکتا ہے
سسکتا ہے
تڑپتا ہے
دل کرتا ہے
اسے نوچ کر
باہر نکال پھینکو
اُف مگر پھر یہ دل
حرکت کیسے کرے گا
یہی ''آہ'' تو ہے
جو دل میں
دھڑکنے کا سبب ہے

✠✠✠✠

# حوصلہ

ریشہ ریشہ
بنتا ہے
پھر لہو سے
اس کو رنگتا ہے
قطرہ قطرہ
نگاہوں سے
خوابوں کے موتی
چنتا ہے
تنکا تنکا
رکھ کر
گھروندے کی
نیو پر
ذرے ذرے کو
روشن کرنے کی
جدوجہد کرتا ہے
نہیں منتا ہار
یہ حوصلہ ہے اس کا
قابلِ دید

✠✠✠✠

## نشان

طبیعت تو خوب
پائی ہے لہروں نے
چٹانوں پہ
سر پٹک کے
دم توڑنے کی
اس کی فطرت کا
کمال تو دیکھو
بار ہا ٹوٹ کر بھی
سنگ دل کے
سینے پر
آخر اپنے
وجود کا نشان
چھوڑ جاتی ہیں

✠✠✠✠

## کہاں ہوں

بات اس کی
یاد اس کی
دن اس کا
رات اس کی
تنہائی میں بھی
میں تنہا نہیں ہوں
بخدا
میں وہاں ہوں
میں جہاں نہیں ہوں
دراصل
میں یہاں ہوں
پر میں یہاں نہیں ہوں
ہائے
میں کہاں ہوں؟

✠✠✠✠

# خاموشیاں

روا روا سراپا میں
ہیں آہٹیں
احساس میں مٹھاس
اور
ہیں چاہتیں
خیالوں میں گونجتے
نغمۂ طرب
کوئی بات ٹھہری
ہے زیرِ لب
ملے شام و سحر کی
پرچھائیاں جب
کریں سرگوشیاں
تنہائیاں جب
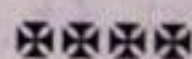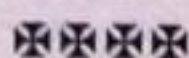
کوئی کچھ نہ بولے
بس ہولے ہولے
سنیں چپکے چپکے
صرف بولتی ہیں
خاموشیاں جب

✠✠✠✠

# لال سلام

لہولہان ہوا
خود ہی اپنے سبب
پاش پاش ہوا
جن گاؤں میں لی تھی پناہ
رسد پانی اور تحفظ کی
پورے کے پورے گاؤں
کر دیئے خالی
اور وہی پھر کیا خونریز فساد
امبوش لگا کر
چوطرفہ گھیراؤ ڈال کر
گشتی دل کو بدل دیا
لاشوں کے انبار میں
سرکار کے محافظ جوانوں نے
جان گنوا کر
شہیدوں میں نام تو لکھا لیا
پر اپنے گھر والوں کو

عمر بھر کے رنج والم میں ڈبو دیا
کیسا عجب مسئلہ ہے
کیسی قابل مذمت حرکت ہے
کب تک یہ سپاہی
ہوتے رہیں گے شہید
حکومت اور سامیہ واد کی لڑائی میں
دو پاٹوں کی پسپائی میں
گاؤں کے عام آدمی
دہشت کے ماحول میں ڈرا سہما
عام زندگی سے محروم
دیکھ کر عبرت ناک انجام
کس کا چہرہ شرمسار ہوا
لال سلام یہ تمہیں کیا ہوا
تمہاری راہ اب تو
انسانیت کے خون سے لہولہان ہوئی

✠✠✠✠
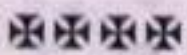
# کام والی

جنگلی پھول کی طرح
قدرتی حسن لیے
جیسے ادھ پکے پھل کو کھانے
بے چین ہو جائے کوئی
صرف ایک سوتی ساڑی کا لباس
سندر سڈول بدن
جیون کی گھر گرہستی میں
رکھا تھا قدم
ایک دوشیزہ نے جب
وقت کی سلوٹوں نے
بنا دیا بدرنگ نشان
ایک صحت مند جسم کو
کر دیا کمزور
سالانہ پیداوار کی طرح
بچوں کی پیدائش نے
ایک ۔ دو ۔ تین ۔ چار
اے بس بھی کر
اپنا حال تو دیکھ
کیوں اپنی جان
گنوانے پہ تلی ہے
بات آ گئی سمجھ
نس بندی کرا لی
اس پہ نکما شوہر
گھر گھر کام نہ کرے
تو پیٹ کیسے بھر
گاؤں میں کیا دھرا ہے
بنجر زمین
نا کھاد، نا پانی
شہر میں دو پیسے کا

جگاڑ تو ہے
اپنا کماتی ہوں
پریوار چلاتی ہوں
کام والی ہوں میں
اونہہ............... دیکھا ہے، بہت سی
گھر مالکنوں کو
غلامی کا جیون جیتے
ان سے بہتر حال ہے میرا
اس کچے گھر میں
اپنا راج چلاتی ہوں

✠✠✠✠

## جدو جہد

اب کے
موسم کے تیور
بڑے جان لیوا ہیں
چوطرفہ
طوفانی ہواؤں نے
آگھیرا ہے
ایک طرف
جینے کی چاہ
دوسری طرف
کٹھن ہے راہ

✠✠✠✠

# چلنا ہے تب تک

چلنا ہے تب تک
پیروں کی تھکن ٹوٹ کر
چور نہ کر دے
پیروں تلے روند کر
اپنے ہی چھالوں کو
دھول نہ کر دے
کڑی دھوپ جھلسا بھی دے اگر
کالی دھند بکھرا بھی دے اگر
اکھڑتی سانس جب تک
چھوڑ نہ دے ساتھ
آخری آس جب تک
چھوڑ نہ دے ہاتھ
چلنا ہے تب تک
جب تک بچا ہے

جسم کی مٹی میں
ایک بھی بیج
جو بن سکتا ہے درخت
ایک بھی لمحہ
جو بدل سکتا ہے وقت
بچی ہوئی ایک کرن
جو لا سکتی ہے اجالا
جمی ہوئی ایک بوند
جو بن سکتی ہے دھارا
ساتھ یقین ہے جب تک
چلنا ہے تب تک

✠✠✠✠

# صبح

سورج کی اجلی
کرنوں میں
صبح نظر آتی نہیں
دھوپ بھی کوہاسے میں
ڈھکی نظر آتی ہے
شام کے سائے
بڑے تھکے ماندے سے لگتے ہیں
رات تو پھر رات ہے
پر
صبح ادھر ہی کہیں
قید سے
ذرا ڈھونڈو تو اسے
کہیں وہ
تمہارے من کے اجالوں میں
دبی تو نہیں
آزاد کرواسے
اپنے اندر محسوس کرواسے
ذرا دیکھو تو سہی
یہ صبح چھپی ہوئی ہے
تمہارے ہی وجود میں
تمہارے ہی روپ میں

✠✠✠✠

# کچھ نہیں

کس بناء پر
خیالوں کے سمندر پر
لمبے چوڑے امیدوں کے پل
بنا ڈالے
ارے نادان
سپنوں کا کوئی مول نہیں
یہاں کچھ انمول نہیں
تو خود کو مت لگا دانو
ٹھہر دِکھے جہاں چھانو
دنیا ہے یہ
سب کے اپنے پیر پیمبر
سب اپنے میں مست قلندر
تو کون ہے
تو کچھ نہیں
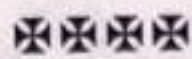
سب حاصل کر کے دیکھ لے
پر پائے گا تو کچھ نہیں
جو دیکھا تو نے مایا تھی
جو بھگتا تو نے کایا تھی
جب پایا تو نے کچھ نہیں
تو کھوئے گا تو کچھ نہیں

✠✠✠✠

# پریت کی ریت

پریت کے پیچھے
بڑے لاڑ سے
ساتھ چلے دکھ
بڑے پیار سے
پریت کہے
ہٹ پرے بے دردی
دکھ کہے
پریت کی ریت
میٹھی کھاری
پھر کیوں سجنی
سکھ سے ہاری
پریم کے راہی
دھیرے چلنا
دکھ سے مت
کترا کر چلنا
پریم کی لو پر
مدھم جلنا
گلتے جلنا
چھنتے پکتے
روپ تیرا یوں
دمکے، چمکے
خود پر تب تو ریجھ نہ جانا
پھر نہ کہنا
خود اپنے کو نہ پہچانا
جیون ہے بس کھونا پانا

✠✠✠✠

## یادیں

کیوں آ کے
مچاتی ہیں
یہ ریشمی یادیں
خاموشیوں میں ہل چل
کوئی انہیں بھی سلا دے
طے کرتی ہیں
صدیوں کا سفر
پل بھر میں
ڈھونڈوں کہاں اسے جا کے
کوئی تو بتا دے
سارا عالم ہے سویا
اس تیرگی میں لیکن
کرتی ہیں مجھ سے باتیں
ہائے! کیوں ستاتی ہیں یادیں

✠✠✠✠
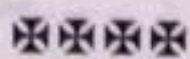
## خشک مزاج

ہوا بھی بے رنگ
فضا بھی بے نور
سماں پھیکا پھیکا
دن سونے سونے
راتیں ویران
لگتا ہے
کٹے گی یونہی
یہ زندگانی
کب تک
اپنے آپ سے
روٹھے رہو گے یونہی؟

✠✠✠✠

# بندھن

یہ تو من کے بندھن ہیں
کبھی چھاؤں سے
کبھی خار سے
کبھی پھول سے
کبھی خالی خالی
کبھی بھرے سے
کبھی سوکھے تو
کبھی ہرے سے
کبھی ہنستے مسکراتے
کبھی روتے منہ چڑھاتے
یہ تو من کے بندھن ہیں
کبھی نرمی سے
کبھی سختی سے
کبھی مستی سے
کبھی پستی سے
کبھی خوب جڑے
کبھی ٹوٹ گئے
کبھی گلے ملے
کبھی روٹھ گئے
پھر بھی
من سے من کی لگن
لگے جب پریت اگن
صدیوں کا یہ چلن
اب انہیں کیا کہیے
یہ تو من کے بندھن ہیں

✠✠✠✠

# آسماں کے نیچے
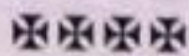
نیلے نیلے شامیانے کے نیچے
ان کھلی فضاؤں میں
ان دھلی ہواؤں میں
اونچی نیچی راہوں پر
ہری بھری ڈھلانوں پر
یادوں سے کہیں گے تم بھی آجانا
انگلی پکڑے بچپن کو بھی لے آنا
اڑیں گے پتنگوں کی طرح
مچلیں گے ترنگوں کی طرح
معصوم کھلنڈر بن کر
بے لوث الہڑ بن کر
گذرے ہوئے کل کو پھر زندہ کریں گے
وقت کو اپنے ہمرا کریں گے

بغلگیر ہو جائیں گے آج اور کل
زندگی جی لیں گے کچھ اور پل
قدرت کے آشیانے کے نیچے
نیلے نیلے شامیانے کے نیچے

✠✠✠✠

## بیج

بار بار روندا گیا احساس
کچلا گیا جذبہ
توڑا گیا یقین
مٹایا گیا نشاں
دفنایا گیا زندہ
اجاڑا گیا بے وجہ
پھر بھی
نہ مرا
نہ ٹوٹا
نہ چھوٹا
دلوں کی نرم نازک
مٹی میں
پھلتا پھولتا رہا
محبت کا
ننھا بیج

✠✠✠✠

## کاش!

ہم سب کے ساتھ
جڑا ہے ایک کاش!
زندگی
مکمل ہو کر بھی
کیوں چھوڑتی چلتی ہے
ادھورے پن کی نشاں
کوئی کمی
کوئی حسرت
نامکمل سی
کاش!!
کا کلمہ پڑھتی

✠✠✠✠

# سپنے

تم نے بہت سے
سپنے دیکھے تھے نا......
رنگ برنگے
سندر کم سن
دلکش حسین
کہاں جذب ہو گئے سب
کہاں دفن ہو گئے سب
کسی نے قتل کر دیا انہیں؟
یا خود سپنوں نے خودکشی کر لی
اف! اس طرح سپنوں کا
ٹوٹ کر بکھرنا
پر جان ابھی باقی ہے
پھر کیوں یا یوسی چھائی ہے
زندگی زندہ دلی کا نام ہے تو
پھر کس بات کی دُہائی ہے؟
نہ جڑ پائیں تانے بانے تو
امیدوں کے جال بن
اپنے من کی بات سن
یوں اداسی مت اوڑھ
سپنے دیکھنا مت چھوڑ
یہ تو سپنوں کی فطرت ہے کہ
اتنی آسانی سے مکمل نہیں ہوتے!!

☩☩☩☩

## سچ
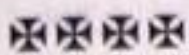
سچ کے اپنے
دستور ہیں کچھ
سچ کی قیمت
پڑتی ہے چکانی
سچ کا چہرہ
بڑا بد صورت
سچ کا گھونٹ
بھی زہریلا

پر..................
سچ کی
طاقت ہے بڑی
سچ کا سکھ
ٹکاؤ
سچ کا ساتھ
اٹوٹ
پھر کیوں نہ ہم
ساتھ دیں سچ کا

✠✠✠✠

## لذت

کورے کاغذ پر
محض سیاہی کے چھینٹے
کوئی معنی نہیں رکھتے
جب تک
گرمئی جذبات کی ان میں
روانی نہ ہو
دل کو مایوسی سے
بیگانہ ہی رہنے دو
کہیں یہ بھی
بے لذت
ہو گیا تو..........
زندگی
بد مزہ ہو جائے گی

✠✠✠✠

## تمام ہونے تک

وقت وقت کی بات ہے
آج
بدل چکا ہے
وقت کا وہ خوبصورت
دل فریب چہرہ
شہ اور مات کی بساط پر
فیصلہ ہے ٹھہرا
اس گردشِ دوراں میں
چلنا ہے
خاک ہونے تک
سفر حیات کا
تمام ہونے تک

✠✠✠✠

## نقاب

یہ جو چہرے پہ
خوبصورت نقاب ہے
یہ نقاب لاجواب ہے
کتنی خوبی سے اس نے
عیبوں کو چھپایا ہے
اپنی عیاری سے
کتنوں کو لبھایا ہے
اچھا ہے یہ نقاب
نہ اتارا جائے
اصل چہرہ نہ
کسی کو نہ دکھایا جائے
کیوں کہ یہ نقاب
بن گئی اب
اصل پہچان ہے

✠✠✠✠

# قرض جو چکایا نہ جائے گا

فلک پہ خدا ہے
زمیں پہ ہے ماں
الگ الگ طرح سے
دونوں ہیں مہرباں
لہو سے سینچ کر اپنے
ایک پیکر بنایا اس نے
پھر بنا اف! کئے
سہے غم جانے کتنے
درد کی روانی سے
جب پھوٹتی ہے کلکاری
تو کھلتے ہیں پھول بشر کے
اور کائنات سنورتی ہے
اک ماں کے وجود سے ہی
مہکتی ہے پھلواری
یہ قرض ہے ایسا
جو چکایا نہ جائے گا
زندگی بھر اب چاہے
ادا کر لے اپنے
تو قرض چاہے جتنے
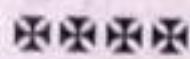
✠✠✠✠

# دہشت گرد

ان کے کلیجے پتھر کے ہیں
جو لرزتے نہیں
دہلتے نہیں
موت کی آگ سے بھی
پگھلتے نہیں
دہشت گردی میں
امن چین کی
تلاش کر کے
ہتھیاروں کی زباں سے
بات کر کے
اپنی قوم کو
داغدار کرتے ہیں جو
ان سے پوچھو ذرا
کیا ملا ہے انہیں

اپنی ہی نسل کو
بدنام کر کے
ان کی دنیا الگ
ان کی ذات الگ
اپنی دکھانے کا
ان کا انداز غلط
اصل میں
ان کا کوئی دھرم، کوئی ایمان نہیں
یقیناً وہ لوگ انسان نہیں
جو انسان کو سمجھتے انسان نہیں

✠✠✠✠
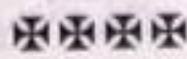
## ترغیب

جیون میں
پریم کا عزم بھر کر
تمناؤں کو
نئی سمت نئی سوچ
نیا موڑ دیا
خیالوں کو
وسیع آسمان میں
اڑنے کا حوصلہ دیا
کوئی سنبل
کبھی بن جاتا ہے
میل کا پتھر
منجمد۔ ٹھہرا ہوا
لیکن منزل کی طرف
بڑھتا لگا تار
مسلسل منبعِ ترغیب کا
اجالا بن کر

✠✠✠✠

## گردشِ زمانہ

دھرتی پر بڑھتا نہ تل سکنے والا بوجھ
بنی بے جان دنیا میں کھویا چاند
شعلوں کی آگ میں جلتا سورج
گہرائیوں میں چھپی سمندر کی چیخ و پکار
ہوا میں پھیلتا گرد و غبار
ہاں میں نہ ختم ہونے والے
شور و غل کی گونج
اور ہم بھی
اپنے کام میں گم
سب کو اپنی لگن
سب اپنے میں مگن

✠✠✠✠

## محبت

دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا
جذبات سے ہو گئے تار تار
چھلنی چھلنی جگر ہوا
ستم ہوئے کیسے کیسے
کیا چیز ہے محبت
بنتی بگڑتی
مٹتی سنورتی
قسمت جیسے
سپنے سات رنگی یا
کہ سیاہ اندھیرے جیسے
تو کیا اب قسم کھا لی
کسی سے بھی
محبت نہ کرو گے
بہت مشکل ہے لیکن
اس قسم پر
قائم رہنا

✠✠✠✠

## سڑک کا انسان

بھیڑ کا ریلا ہے
بہہ رہا ہے سڑک پر
حادثہ اس بیچ جو
ہو جائے کہیں پر
حیوانیت کا حوالہ
کوئی ٹھہرے نہ کہیں پر
وقت کو پہچان
بن کچھ تو حیوان
معنی بدل رہے
اصولوں کے
کانٹے اب چبھتے نہیں
ببولوں کے
بہت قیمتی ہے جان
پھر بھی سستا ہے انسان

✠✠✠✠

# چھایا اور پرچھائیں

قطار بند پیڑوں کی چھایا
کہاں غائب ہوگئی
آدمی کا احساس
کہاں جاکے سوگیا
کچھ تو ہورہا ہے
غیر انسانی سا
مکمل پس منظر ہی
چلتی مشین سا
مشینی طور طریقہ ہر طرف
سمویا سمویا
متحرک۔ غیر متحرک
کیا کھو رہے
کیا ہے باقی
چمکیلی پرچھائیوں کا

بن گیا ہے شہر
کچھ اور نہیں
ترقی کا ہے قہر
اب سایہ چاہئے تو
عمارت کی پرچھائیوں
میں ٹھہر کر
دم بھر لینا
یہ سوچ کر تسلی کر لینا
کہ اب یہی
مستقبل کی تعمیر ہے

✠✠✠✠

# نجات
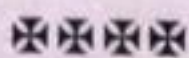
پھر کوئی نظم بن کے
بکھر نہ جائے کہیں
یہ درد پگھل کے بہا تو......
کون سنے گا بھلا آواز کو؟
درد کی آواز کہاں ہوتی ہے
چوٹ گہری ہو تو
چیخ بھی دب جاتی ہے
ادنی سے آدمی کی
بس اتنی سی اوقات
صبح ہو یا شام
کام ہی کام
روٹی کی
زندگی تمام
اب ڈھونا تو پڑے گی
اپنی جان
جو یہ مفت میں ہی ہے
نامراد جسم کے
سانچے میں ڈھلی ہے
اب چھٹکارا ملے گا تبھی
جب تلک یہ جان
خود جسم سے نکل کر
نجات نہ پالے

✠✠✠✠

# زندگی

وجود بلبلے سا
زندگی پہاڑ سی
ملی جیسے
کوئی لتاڑ سی
کبھی پھدکتی
کبھی چہکتی
کبھی رینگتی سانپ سی
کتنے رنگ
کتنی جنگ
کبھی بھوگتے
کبھی بھگتتے
کبھی اکھڑتی سانس سی
نرمی سے
سختی سے
چلتی رہی
چبھتی رہی
کبھی ٹیستی پھانس سی
زندگی ایک پیاس سی

✠✠✠✠

## مروت

شب طویل تھی
پر کٹ گئی
نامراد وقت
تھوڑی سی مروت کر گیا
جینے کے لئے
چند حسین لمحے
تاریکیوں میں
منور کر گیا

✠✠✠✠

## اشارہ

آندھیوں کو چلنے سے مطلب
طوفان کو آنے سے
بجلی کو گرنے سے مطلب
بارش کو برسنے سے
انسان کو مطلب
بس اپنی طاقت سے
قہر کس پہ
کیا برپے گا
یہ بے رحم پھر
کچھ نہیں سوچتے

✠✠✠✠

# مشن مارس (منگل)

(Mission Mars)

زمین کو
سر سے پاؤں تک
ناپنے کے جو
اب کر لی ہے تیاری انسان نے
'منگل' پر جانے کی
بندھ کے نہیں رہتا ذہن
کسی سرحد میں
کہکشاں اسے کھینچتی ہے
اپنی طرف
بستیاں بسائیں گے
اب منگل پہ جا کر
چلے جانا مگر
سارے انسانی 'جراسیم'

یہیں چھوڑ جانا
وہ ساری دشواریاں
بھوک، لاچاری، بیماری
حیوانیت کی ساری نشانیاں
یہیں چھوڑ جانا
پھر بنانا 'منگل' پہ
اک ایسا آشیانہ
جہاں پہ زمیں کے
دوزخ جیسا کچھ نہ ہو
مان لیں گے تب
اے! انسان تو کامیاب ہوا

✠✠✠✠

## پیغام

صبح مخاطب ہے مجھ سے
اُسی طرح
جس طرح
دیکھتے ہو تم
میری طرف
نگاہوں میں سارے جہاں کا
پیار سمائے ہوئے

✠✠✠✠

## آگ

ایک الاؤ ہے
ہم سب کے اندر
سلگتا ہوا
اور ہم
جلانے کو تیار
خود کو
اس آگ میں
آخری سانس تک
الجھے ہوئے
جذبات کے بھنور میں

✠✠✠✠

## انتہا

ذہن میں یاد
سوچ میں خیال
دل میں احساس
لئے پھرتے ہیں
طاری رہتا ہے خمار
وجود پر
کسی کے سرور کا
ارے نادان!!
حیران نہ ہو
عشق کی انتہا
اسی کو کہتے ہیں

✠✠✠✠

## وقت کے ساتھ

سورج پر گرہن جیسے
تمہارا چہرہ لگ رہا ہے
ماتم منانے سے
کچھ نہیں ہوگا
رات اتنی ہے
گزر جانے کے لئے
جمی برف پگھلنے لگتی ہے
دھیرے دھیرے
دھیرے دھیرے
سب کچھ بدل جاتا ہے
ہم کچھ کریں نہ کریں
وقت کرتا چلتا ہے
اپنی اونچی نیچی زمین پر
حل چلاتے ہوئے
اُسے اُپجاؤ بناتے ہوئے

✠✠✠✠

## ساتھ

ہوتا ہے جو رشتہ
نظر کا نگاہ سے
رشتے کا نباہ سے
آواز کا الفاظ سے
لمس کا احساس سے
کیسے کروگے انہیں
اک دوجے سے علاحدہ
ہوتا ہے کوئی نہ کوئی
ہر کشتی کا ناخدا
پھر ہم کیسے ہوں گے الگ
کیسے اپنی زمین سے
ہوگی اپنی مٹی جدا

✠✠✠✠

## زندگی

سو ٹکڑوں میں بکھر کے بھی
پھر جڑ جاتا ہے پارہ
کچھ ایسا ہی وجود ہے
ہمارا تمہارا
کرچ کرچ ٹوٹتے ہیں خواب
پھر بھی انہیں جوڑ کر
آئینہ بنا لیتے ہیں
جس میں دکھائی دیتی ہے
زندگی کی مکمل تصویر
کیوں نہ اسے سنوار کر
جی لیں جی بھر کر

✠✠✠✠

# ویرانی

ایسے بھرنا
جیسے بھرتا ہے دل خوشی سے
جیسے بھرے
سوکھے دریا میں
بارش کا پانی
جڑنا ٹوٹ کر
سب کچھ بھول کر
جیسے سنبھالا ہو ہوش
ابھی حال ہی میں
رہنا پھل میں
بیج کی طرح
پھر سے زندہ ہونے کے لئے
جینے اور مرنے کے بیچ
طے کرنا سفر

صحراؤں سے سرابوں کا
اپنے اندر موجود
خلا کو بھرنے کے لئے
ویرانی میں کچھ نظر نہیں آتا
تب بھی رہتی ہے موجود ہوا
سانس لینے کے لئے
اپنے ہونے کا پتہ دینے کے لئے

✠✠✠✠

# کشش

خوشبو کبھی جب بکھرے
رجنی گندھا مسکراتے ہیں
پیمانوں سے چھلک کر
نگاہوں میں جھلملاتے ہیں
گزرتے لمحات
یادوں کی کترنیں جوڑ کر
'کولاج' (Collage) بنالیتے ہیں
خوب ہے
احساس کی کاریگری
چلتی آتی ہے
اُنہی درو دیواروں سے
گفتگو کرنے
کشش ہے کوئی
یا کوئی ناطہ ہے صدیوں کا
جس سے گلے لگ کر
دم بھر کو
خود کو بھلا دیتے ہیں

(Collage) بہت سی الگ الگ
تصویروں یا چیزوں کو جوڑ کر/ ملا کر بنائی
گئی تصویر

✠✠✠✠

# تمنا

بس ایسے ہی
دبے پاؤں رہتی ہے
دستک
کوئی تمنا
تقدیر کے دروازے پر
کبھی اندھیرے تو
کبھی اجالے کی طرف
لے جاتی ہوئی
کھینچتی ہے
اندھیری گلیوں میں
گم ہیں جہاں ہمارے وجود
تبھی بھٹکتے ہوئے
نظر آتی ہے
کوئی تشنہ آرزو
بن کر روشنی کا پیکر
کئی مرحلے لے کر
اک رستہ دکھاتی ہوئی

✠✠✠✠

# مسلسل

سمندر کھینچتا ہے دریا کو
یا دریا خود سمانا چاہتا ہے سمندر میں
کیا چاند خود چمکتا ہے
اپنی ضیا سے......؟
یا غروب آفتاب
چاندنی کو کرتا ہے بے نقاب
بادلوں سے گر کر ہر ایک بوند
کھینچی چلی آتی ہے زمین پر
یا زمیں کی پیاس
بارشوں کو کر دیتی ہے بے قرار
یہ نسبت......
یہ انسیت......
یوں ہی تو نہیں
ادھورے پن کا یہ کھیل
کھیلتی رہتی ہے قدرت
یہ سفر
چلتا رہتا ہے مسلسل
ہوتا رہتا ہے مکمل

✠✠✠✠

## خدایا خیر

گلشن میں بہار ہے
عالم میں اسرار ہے
گل ہی نہیں سرور میں
غنچے بھی مخمور ہیں
تیز رخ آندھیوں میں
وہ مستی میں چور ہے
مست فضا ہے
المست بیخودی میں
مدحوشی طاری ہے
بیقراری حاوی ہے
کچھ ہونے والا ہے کیا......؟
موسم رنگین ہے
معاملہ سنگین ہے
خدایا خیر

✠✠✠✠

## کچھ اس طرح

زیست سے جڑا کاش!
کر گیا پاش۔ پاش!
کاش میں پنہا
جانے کتنی آہیں......
بے لوث چاہیں......
نا مکمل راہیں......
آؤ کچھ......کریں
تھوڑے بے خبر
بے غرض
بے پرواہ سے ہو کر
محرومیوں کو
مات دے کر جیئے

✠✠✠✠

# گواہی

ہاں کوئی موجود نہ تھا
جب ہوئی جنگ
دونوں کے درمیاں
اک کمزور دوسرا دمدار
اک بے بس
دوسرا طاقتور
بیشک
جیت دمدار کی ہوئی
ہوئی کمزور کی ہار
وقت دیکھ رہا تھا سب
سب کچھ دیکھ رہا تھا وقت
وقت نے دیکھا حیران ہو کر
انصاف کے کھیل میں
ہوا لہولہان، کھائی ٹھوکر
سنا بے ساختہ
لاچاری کا شور
دیکھا دمدار کا زور
لیکن وقت کا اپنا انصاف
چشم دید گواہ بن کر
دی اس نے گواہی
وقت آنے پر
کر دیا وار
اور
مچتا رہا ہر طرف شور

✠✠✠✠

# پھر کھلیں گے گل موہر

کیوں لگ رہے ہو
اتنے اداس
سوکھا بدن
مرجھائی شکل
نڈھال بازو
عمر کے تجربوں
پیار کے رنگوں
وقت کے ہمراہ
رہے ہو تم
موسموں کا کیا ہے
آتے جاتے رہتے ہیں
دیکھنا
نئے سبز پتوں کے ساتھ
تم پھر کھیلو گے

لال، نارنگی، پیلے
چٹکیلے رنگوں کے ساتھ
اپنی سنہری چھٹا سے
پھر بنا دیں گے تمہیں چمکدار
اے! گل موہر
تم پھر کھلو گے
اسی طرح ہنستے ہوئے

✠✠✠✠

# مت سوچو اتنا

سورج پہ گرہن جیسے
تمہارا چہرہ لگ رہا ہے
ماتم منانے سے کچھ نہیں ہوگا
کچھ نہیں ہوگا
اندھیروں کو کوسنے سے
رات آتی ہے
گزر جانے کے لئے
جمی برف پگھلنے لگتی ہے
دھیرے دھیرے
دھیرے دھیرے
سب کچھ بدل جاتا ہے
ہم کچھ کریں نہ کریں
وقت کرتا چلتا ہے
مسلے مسائل کی زمین پر
حل چلاتے ہوئے
اسے ہموار کرتے ہوئے

✠✠✠✠

# جامِ کوثر

جس دن خالی ہو جاؤ گے
پھر آ جانا
اسی دیار پر
یہاں جام کوثر بھرے جاتے ہیں
محبت کے
صحبت کے
اداؤں کے
وفاؤں کے
فطرتاً مطلبی ہے تمہاری ذات
معلوم ہے پھر بھی
نظام ہے یہی
لیکن
تقسیم نہیں ہوتا کچھ بھی یہاں
نصیب ہوتے ہیں بلند جن کے
مل جاتا ہے انہیں
اپنی قسمت سے
اپنی حکمت سے
اپنی نسبت سے
اپنے نیت سے
اپنے حصے کا جامِ کوثر

✠✠✠✠

## اُس نے کہا

بس مایوس مت ہونا
کیا پتا برس جائے کب
بادلوں سے بوندیں
کیا جانے پلٹ جائے کب
وقت کا پاسا
پتھروں کی گہرائی میں
دبا ہوا بیج
کیا جانے نکل آئے کب
چٹانوں سے باہر
اپنی نشان دہی کرتا ہوا
دیکھو 'زندہ ہوں میں'
اور تم ہو کہ
مایوس ہوئے جاتے ہو

✠✠✠✠

## ناطہ

یاد آتی ہے تو
آتی چلی جاتی ہے
لہر لہر
ساحل سے
بار بار ٹکراتی ہے
کہتی ہے 'میں ہوں نا'
سمندر میں
دور دور تک بکھری ہوں تو کیا
دم بہ دم
آتی ہوں تمہارے پاس
ہونے نہیں دیتی تمہیں
اپنی کمی محسوس
چھو کر سحرتی ہوں
سمٹتی ہوں
بکھر جاتی ہوں تو کیا

✠✠✠✠

# انجانہ سوداگر

پرنور سویروں میں
کب تھی اتنی
تجلی روشنی
کب تھی فضاؤں میں
رونقوں کی دھنک
پرواز میں کب تھی
امیدوں کی
پوراسراڑانے
تھاما تھا کبھی
سکونِ دل نے
اتنے پیار سے دامن
کبھی ہوا تھا محسوس
کسی روح نے
گھر سے اتر کر

چھوا تھاروں کو
ضرور وہ کوئی
بہت خوب ساحر ہے
جس کی یہ ساری
فسوں گری ہے

✠✠✠✠

# کہانی

تازگی بھری سوندھی سی مہک
برستے پانی میں جب
مٹی کے بدن سے اٹھتی ہے
آہستہ آہستہ
سانسوں میں اترتی ہے
گھلتی ہے
پگھلتی ہے
میٹھا سا احساس
دھڑکنوں کو چھو کر گزرتا ہے
دلکش سا منظر
ذہن میں ابھرتا ہے
محسوس ہوتی ہے
برسوں برس کے
ٹھہرے ہوئے پانی میں روانی

ایک خوابیداں پیکر
لفظوں میں سمٹ کر
کاغذ پہ اترتا ہے
اور بن جاتی ہے کہانی
نئے رنگ روپ کی
بارش میں دھوپ کی

✠✠✠✠

# میرے نام

تمام تر نظارے
پر کیف بہاریں
پوشیدہ اشارے
بیقرار ہو کر پکارتے ہیں ایسے
تڑپ کے کوئی ان کو
گلے سے لگا لے
ڈوب کر احساس میں
گہرے اتر کر
روح میں بسا لے
سانسوں کی روانی میں
ساتھ ساتھ چلتا ہے
لمس بن کے ہمراہ
ساتھ ساتھ رہتا ہے
عشق بن کے حوصلہ

دیتا ہے دلاسہ
بیتابیوں کو بھی
دیتا ہے سہارا
بس چاند نکلنے کو ہے
روشنی بکھرنے کو ہے
بس تھوڑا صبر
بس تھوڑا ضبط
وہ ٹھہرا ہوا لمحہ
وقت کے آئینے میں
سنورنے کو ہے
جب سے کسی نے
خوابوں کی ردا کا
ہر ریشہ ریشہ
میرے نام لکھ دیا ہے

✠✠✠✠
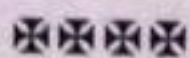
## نیت

لگے کبھی
کتنا بھلا سب
کبھی لگے
بُجھا بُجھا سا
سُونا سُونا سایہ گھر
تنہائی کے عالم میں
چپی کو توڑتی ہیں
میری ہی صدائیں
یادوں کے اجالے
باتوں کے نالے
کچھ بے حد رنگین
کچھ سیاہ کالے
چلیں پھر خود سے
روبرو ہولیں
تنہائی کی اپنی
محفل سجالیں
باہر نہ ملی روشنی
کائنات کھنگال آئے
بڑھ رہا اندھیرا
چراغِ روح جلالیں!

✠✠✠✠

## جادو

خوبصورت
حادثوں سے
زندگی
کچھ اس طرح
ہوئی دوچار
محسوس ہوا
جادو کسی کا
اس طرح بھی
چلتا ہے!

✠✠✠✠

## اندیشہ

بھنور کی
پہلی چہچہاہٹ
سناٹوں میں
سگبگاہٹ
ہوئی دستک
دل کے دروازے
کوئی دے رہا ہے
آوازیں
پہلی ملاقات
اتنی آشنا
لگا آشنا
لگا جیسے
دل نے اپنا
ہمنوا ڈھونڈ لیا

✠✠✠✠

# فریاد

ہمارے حق کی
حصہ داری کو
غلط بیانی
اور تہمتیں لگا کر
شرمندہ نہ کرو
ہمیں اپنے
ہونے پر
گمان ہے
اپنے دائروں سے
لگاؤ ہے
شکستہ دل کی
فریاد سنو
دنیا کی
اس آدھی آبادی کو
یوں بے رحمی سے
روندا کچلا
نہ کرو!

✠✠✠✠

# تشنہ کام

گر کروں
ان مغرور گھٹاؤں سے
اصرار......اظہار......
اقرار
اس تپتے ہوئے
صحرا پہ
برس جانے کا
تو پتہ ہے
التجا یہ
ٹالی نہ جائے گی
پر
چند لمحوں کی
تشنگی کی خاطر
کیوں احسان لے کر
پشیماں ہونا

جب انجام معلوم ہے اپنا
ہے تشنہ کام رہنا

تشنہ کام: پیاسا

✠✠✠✠

# مزار
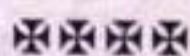
بس
دفن کر دیا اُسے
بہت چھٹپٹاتا تھا
دکھی ہو کر
درد سے تڑپتا تھا
کسی پہلو
آرام نہ تھا
جان الگ
ہلکان کیئے رہتا تھا
بے چینی اور خلش
ایک نامراد کشش
مٹھی بھر کا یہ دل
بہت شور کرتا تھا
لو اب!
سینے میں دفن ''مزار''
ہے اس کی
ایک بات بتاؤ
کیا اب ذرا بھی
تکلیف نہیں تم کو!

✠✠✠✠

# کنوارا

ساحل کا کنارہ
گیلی ریت کی چھوَن
منظر اتنا پیارا
جیسے ماضی نے پکارا
نارنگی سورج
جیسے کسی کی صورت
لہروں کی ٹھنڈک
کیوں لگ رہی شرارہ
نہیں بھول پاؤ گے
یہ دلکش نظارہ
موجیں آئیں گی
مٹا لے جائیں گی
قدموں کے نشاں
مٹ نہ پائے گی
دل کی داستاں

گواہ ہے یہ
زمیں آسماں
سمجھو اشارہ
کرلو گوارہ
کیوں کہ یہ لمحہ ہے
اب تک کنوارا

✠✠✠✠

## نیت

صاف رنگت
صاف لہجہ
صاف شفاف لباس
یعنی
ہر بات صاف صاف
بس کوئی بات
اگر میلی تھی تو
وہ تھی
ان کی نیت!

✠✠✠✠

## جنگ جاری ہے

ایک نہیں
ایسی ہزاروں
آوازیں ہیں
سوال کرتی ہوئی
بغاوت پہ آمادہ
چیختی چلاتی ہوئی
وقت جن کے حق میں نہیں
جنگ جاری ہے
ڈٹے ہیں دونوں ہی
اپنے مورچے پر
میں انہیں مظلوموں کی
آواز ہوں!

✠✠✠✠

## آنسو

چند قطرے کھارے کھارے

بہہ گئے ایسے ہارے ہارے

اچھا ہے دل ہلکا ہوگا

من ہی من میں کہتا ہوگا

پلتے پلتے درد بھی اب تو

لگنے لگا ہے اپنا اب تو

مت جا چھوڑ کے اب تو ہم کو

آجا! پیارے، آرے! آرے!

انکھیوں میں آ تجھ کو رکھ لوں

کیوں تو پھر مارے مارے

سکھ دکھ میں جو ساتھ نبھائے

تو وہ سچا ساتھی ہے رے

تو ہی تھامتا دل کے ٹکڑے

ہوجاتے جب پارے پارے......

✠✠✠✠

## فِضا

جب خود کو

مل جاتا ہے

ایک نیا نام

نام کو ایک مطلب

اور مطلب کو ایک مقصد

تو زندگی کی

فِضا ہی بدل جاتی ہے

✠✠✠✠

# رشتوں کی ڈوریاں

کچھ مخملی
کچھ ریشمی
کچھ کھردری
کچھ ململی
کچھ ہیں بالکل بے مانی
کچھ میں تھوڑی من مانی
کچھ میں غرض ہے
کچھ بے غرض ہے
ان سے بندھ کر ہو جاتا ہے
انساں جب خود غرض
ٹوٹ جاتی ہیں ڈوریاں
پڑ جاتے ہیں پھیکے سارے
رشتے ناطے
سنگ سہارے

رنگ ایک پکا
چڑھ جائے تو
رشتہ اٹوٹ
بن جائے تو
جڑ جاتی ہیں
سدا کے لئے ڈوریاں......

✠✠✠✠

## کشمکش

اس ٹاپو سے
نظر آتی ہے
ایک کشتی
اس کا رخ مگر
کسی اور
منزل کی طرف ہے
وہ پلٹ کر
اس طرح کیوں نہیں آتی
ادھر
یہ نگاہ ہے کہ
ناامید نہیں ہوتی
عجیب کشمکش ہے......!!

✠✠✠✠

## جب تک

کتنی معصوم ضد ہے
التجا ہے یا اصرار
کچھ اور انتظار
ایسے ہی کسی دن
حقیقت میں بدل جائیں گے خواب
خیالوں کی وادیاں
مہکتی رہیں گی جب تک!

✠✠✠✠

# میرا چاند

نظارے بھی ہیں
اشارے بھی ہیں
ہر طرف کہنے کو
بہارے بھی ہیں
زمیں ہے سجی ہوئی
آسماں ہے کھِلا ہوا
چاندنی کا چہرہ
پھر ہے بجھا ہوا
کیا کروں گھٹاؤں کو
آندھی سی ہواؤں کو
ڈھنگ لیا ہے کہرے نے
کمسن فضاؤں کو
یہ دہک دکھاؤں کسے
یہ دھنک سناؤں کسے

دنیا بے رنگ ہوئی پوری
اپنا سنگ بناؤں کسے
من کا پنچھی
آکاش میں اڑ نہیں پاتا
بس 'میرا چاند' مجھے
نظر نہیں آتا!

✠✠✠✠

## سوچ کا پارہ

جس دن سے
اک روح نے
جسم میں ڈھلنا
شروع کیا
جس لمحہ
ایک ننھے دل نے
دھڑکنا شروع کیا
تبھی سے سوچ کا پارہ
پگھل پگھل کر
رگوں میں بہہ رہا ہے
اپنی مختلف
سوچوں کے ساتھ
شراروں کی مانند
ٹوٹتے مچلتے ہوئے
اپنے آپ کی ضیا
مسلسل بکھیرتے ہوئے!

✠✠✠✠
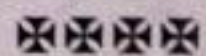
## آٹوگراف

اے! زندگی تو نے
عمر کے پڑاؤ میں
گزرتے ہوئے
اتفاقاً کبھی
دیا تھا مجھے
اپنا ایک خوبصورت آٹوگراف
جیسے کوئی حسین فوٹوگراف
خاموشیوں میں راگنی سا
تاریکیوں میں روشنی سا
ایک خواب کی صورت میں
دل کی سرخ دیواروں پہ
بکھرے ہیں اس کے رنگ
جیسے چھٹی حس کے رنگ
رہے کوئی سنگ!

✠✠✠✠
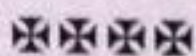
# اثر

چاشنی سی
گھل کر
لہو میں
مل گئی
مرہم سی
دھڑکن
تھوڑی سی
بڑھ گئی
باتوں کی مہک
یادوں کی لہک
ریشمی خیالوں کو
اور مخملی کر گئی
سمجھ کے باہر
یہ کیسا اثر

توبہ!
لگتا ہے
دل کو
دل کی
نظر لگ گئی

✠✠✠✠

# رضا

عالم عالم ایک نشہ ہے
دل سے دل تک ایک فضا ہے
کہی اَن کہی باتوں کی
دونوں کے لب پہ ایک دعا ہے
کرم وقت کے
ستم وقت کے
ایک وفا ہے
ایک سزا ہے
ایک ہی پل میں
درد کی شدت
ایک ہی پل میں
روح کی راحت
ایک قضا ہے
ایک مزہ ہے

قدرت بھی شامل ہے ان میں
دو لمحوں کو ایک صدا ہے
دو پیکر ہیں، ایک قبا ہے
دو دل ہیں، پر ایک رضا ہے

✠✠✠✠
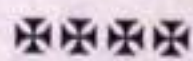
# فتویٰ

پہلے تو زندگی نے
خود چنا مجھے
اپنے تانے بانے میں
خوب بنا مجھے
میں چھلاؤ میں
زندگی حسین ہے
خواب بھی رنگین ہے
پر کھا گئے مات
اس بھلاؤ میں
فیصلہ لینے کی
جب آئی گھڑی
سنے بنا کچھ بھی
درکنار کر دیا
اور میرے نام
بس ایک فتویٰ
جاری کر دیا

✠✠✠✠

## پیاس

زندگی بھر
بوند بوند
کرتے رہے اکٹھا
سمجھ کر جس کو آبِ حیات
بجھ نہ پائی
پیاس مگر
چکھا تو سارا پانی
''کھارا'' نکلا!

✠✠✠✠

## فتحیاب

دھیرے دھیرے
جینا سیکھ لیا
میں نے پینا سیکھ لیا
زہر آلودہ گھونٹ کو
بے خودی بے کسی بے قراری کو
بس میں کرنا سیکھ لیا
پر تم
غرور میں چور
ابھر ہی نہ پائے
بے سبب اندیشوں سے
خود کو فتحیاب کہنے والے
اصل میں جیت تمہاری نہیں
میری ہوئی ہے!

✠✠✠✠

## ماہیہ

دولت، لالچ، ہوس
جھوٹ، فریب، نفرت
یہ اب عیب نہیں
انسانی فطرت میں
گھلے ملے رنگ ہیں
رونق ان کی ہے لُبھاتی
دیکھنے والے کو چونکاتی
حیا ان پر اب ہمیں
بہت کم ہے آتی
سفر حیات کا مگر
ایک ہی جگہ
پہنچائے گا سب کو
مٹی کے تن کو
بچا کے رکھے گا کب تک؟

✠✠✠✠

## آندھیاں

پتھر کے قلعے
بھر بھرا کر
گر رہے ہیں
چل رہی ہیں
آندھیاں
ڈھاتی ہوئی
ان مضبوط
دیواروں کو
جواب
پکے ارادوں کے سامنے
کمزور پڑ گئی ہیں
سوچ کے نئے زاویے کو
ہوا دیتی ہوئی!

✠✠✠✠

# آج اور کل

آس پاس
سانس لیتی زندگی
امن چین کی
چاہت میں
اڑتے پرندے
گھر آنگن میں
ہریالی کے سائے
تازہ بہتی ہوائیں
روزمرہ زندگی کی
چھوٹی چھوٹی امیدیں
بہت کچھ باقی ہے ابھی
نئے سرے سے
دنیا کو
سجانے سنوارنے کے لئے
اپنے ''آج'' کو سنبھال کر
اور خوبصورت بنانے کے لئے

✠✠✠✠

# کرشمہ

لگ رہا تھا
صدیاں گزر گئیں
بنا جئے
کہ اچانک
ایک مسکراتا
لمحہ آیا
اور
ایک پل میں لگا
صدیاں جی گئے
پہلی نہیں یہ
''پیار کا جادو'' ہے
جب چلتا ہے تو
بولتا ہے سر چڑھ کر
پر

شرط ہے
اس جادو میں
بے پناہ آشنائی ہو
عشق کی گہرائی ہو
معصوم سچائی ہو
تبھی ہوگا ممکن
یہ کرشمہ!

✠✠✠✠

# جذبہ

زندگی عذاب ہوئی
پھر بھی
اپنے پاس موت کو
پھٹکنے نہیں دیتی
جب کہ
ہاتھ محروم ہیں
روزگار سے
پیٹ دانے سے
اور سر آسرے سے
سخت جان زندگی
ہزار بار مر کر بھی
زندہ رہتی ہے
امیدوں کے اجالوں میں
خواہشوں کی اڑانوں میں
اپنے جذبے کو
سلام کرتی ہوئی
کہ حقیقت میں
جسے کہتے ہیں زندگی
ایک دن
ہمیں بھی
حاصل ہوگی!

✠✠✠✠

# ماں ہونے کا مطلب

جیسے ہوتا ہے
پہلے پیار کا احساس
جیسے بھرتا ہے پرندہ
پہلی اڑان
جیسے دھک سے ہو جاتا ہے
دل کسی بات پر
ایسا ہی لگا تھا
جب وہ ننھی سی جان
پہلے پہل آئی تھی
میرے ہاتھ میں
ماں ہونے کا مطلب
سمجھ آیا تب
کہ
یوں ہی نہیں ہوتی

ماں کے قدموں تلے جنت
راتوں کا سکھ
دن کا چین
گنوایا تھا
غم کا خوشی کا
ہر ایک پل لٹایا تھا
آنچل بھر بھر مانگی تھی مرادیں
جھولی بھر بھر دی تھی دعائیں
خود کو بھلا کر
تجھ کو صرف سنوارا تھا
ماں ہونے کا مطلب
سمجھ آیا تھا!

✠✠✠✠
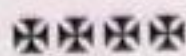
# بے رخی

گلاب بھی مرجھا جاتے ہیں
گر انہیں
نرم گلابی کرنوں کی
گرماہٹ نہ ملے
موسمِ بہار کی
مستی بھری آہٹ نہ ملے
کتنے دن کا ہے
پھولوں کا شباب
بدلتی رُت کے ساتھ
مرجھا جاتے ہیں گلاب
ہے باغباں کا ہنر
گل کو تازہ دم رکھنا
محفوظ خزاؤں سے
ہردم رکھنا
رُتوں کی 'بے رخی' سے ورنہ
مرجھا جاتے ہیں گلاب!

✠✠✠✠
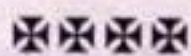
## گزارش

بارشوں!
جنگلوں پہ
برس کے
یوں نہ اتراؤ
جھوم کے برسو
کھیتوں پر
تو کوئی بات بنے
کر دو
فصلوں کو ہرا
تو کوئی بات بنے
زمیں کی پیاس بجھاؤ
امیدوں کی آس لگاؤ
انساں کا حوصلہ بڑھاؤ
کر دو سب کو شرابور
تو کوئی بات بنے

✠✠✠✠

## خیال

سر سے پاؤں تک
تنی ہے
احساس کی چادر
نبض چلتی ہے
دم بہ دم
ایسے ہی کوئی
ساتھ ساتھ چلتا ہے!
لمحوں میں ہلچل ہے
احساس میں اپنا پن ہے
محسوس ہوتا ہے گویا
جسم اور جاں میں
کوئی 'خیال'
مہکا ہوا ہے!

✠✠✠✠

# تو ہی تو

ہر جگہ ہر کہیں
ہمنوا ہم نشیں
ہر شئے میں تو
ہر لئے میں تو
تان میں تو
جان میں تو
تن میں تو
پل پل میں تو
رنگ ہی رنگ
ہر طرف
جس طرف
تو آئے
قبول ہوا
ہو جائے

تو پیار، تو پریت
تو ہی تو ہے
سب کی میت
پالوں جو تجھے
مل جائے سب مجھے
کیا آسماں، کیا زمیں
دیکھوں میں جہاں کہیں
تیرا وجود ہر کہیں
یا بتادے مجھے
تو کہاں۔ کہیں نہیں......؟

✠✠✠✠

# حقیقت یا فسانہ

دیر سے نیند
کمرے میں ٹہل رہی ہے
آنکھوں میں خیالوں میں
رنگ بھر رہے ہیں
وقت اپنی رفتار سے
سرکتا جا رہا ہے
چاندنی سب دیکھ کر
مسکرا رہی ہے
وجود بت بن کر
ایک طرف کھڑا ہے
حقیقت اور فسانے
کے درمیان
بس ایک
پردہ پڑا ہے
جسے سوچوں تو
حقیقت ہے
دیکھوں تو فسانہ ہے
دونوں کے ردعمل سے
ایک سچ کی تلاش ہے

✠✠✠✠

# عالم

جھرنوں سے
اڑتی دھند
فضاؤں میں
گھٹاؤں سے گھرا
آسماں کا
سرمئی رنگ
ہواؤں کی
ریشمی، مخملی
ہری بھری وادیوں میں
سرخ پھلوں کا حسن
سارے عالم پہ چھائی ہے
قدرتی دھن
اس کیفیت میں
دل کا عالم
جو مل گیا ہے
چھایا اسی کا
نشہ ہے......!!

✠✠✠✠
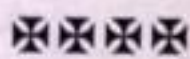
## اجنبیت

سالوں کا ساتھ
جیوں دن رات
رشتوں کی سطح
پھر کیوں درکنے لگی
یقین کی چٹانیں
کیوں چٹکنے لگی
کچھ لوگ چھوٹتے نہیں
بس رہتے ہیں ساتھ
عمر بھر یوں ہی
اور لگتا ہے دونوں
ایک دوجے کے لئے
ایک اجنبی سے زیادہ
کچھ بھی نہیں!

✠✠✠✠

## طلسم

زمیں سے فلک تک
آخری جھلک تک
مراسل دلوں کے
چاہتوں کے سلسلے
اور چھور نہیں کوئی
قافلے ہی قافلے
صدیوں کے مرحلے
آدم کی نسلوں کے
انسانی جسموں کے
ہر جسم ایک طلسم ہے
ہر طلسم ایک دل
دل کے ہزار رنگوں میں
کئی طلسم ہیں چھپے ہوئے!

✠✠✠✠

## تنہا تنہا

اپنی آمد سے
زمیں کو
نیند سے جگا کر
کائنات کو
روشنی کا
لباس پہنا کر
اپنی ہی آگ میں
جلتا آفتاب
تنہا تنہا روزانہ
شام ڈھلے
چاندنی کا جلوہ
تاروں بھری
باہیں پھیلائے
مگر ٹک ٹکی لگائے

کسے تک رہا ہے
یہ مہتاب
تنہا تنہا یگانہ
تمام تر عنایتیں
یہ عداوتیں
یہ سخاوتیں
پھر بھی
قید ہے اپنے آپ میں
زمیں کا ہر آدم زاد
تنہا، تنہا، تنہا......

✠✠✠✠

## ستم

پہلے پہلے
ایک ننھی کونپل نے
کھولی اپنی آنکھ
نگالیں شاخیں
اور ایک پیڑ بن گیا
پھر
بے رحم کلہاڑیاں
کس نے چلائیں
ستمگری اپنی
کس نے دکھائی
کہ ہرا بھرا درخت
ٹھونٹھ میں بدل گیا!

✠✠✠✠

## اداسی

ہوا کی سانس
تھم سے گئی ہے
صبح کی دھوپ
بجھ سی گئی ہے
سارے عالم کی رنگت ہے
اڑی اڑی سی
کیا وجہ ہے؟
موسم کا چہرہ
اترا اترا لگتا ہے
اپنے دل کو تو
ایک بارگی
ٹٹولو شاید
یہی تو کس الجھن میں
ڈوبا نہیں ہے
کسی کی بات سے
ٹوٹا نہیں ہے!

✠✠✠✠

# گڑیا

ہر صوبے ہر دیش کی
سندر سلونے رنگ وروپ کی
یہ بے زبان گڑیا
اب بولنے لگی ہے
تماش بین سارے
بڑے حیران ہیں
سمجھتے تھے جو
اک کھلونا اسے
باتیں سن کے اب اس کی
پریشان ہیں
وقت کی سطحوں میں
تہذیب کی تہوں میں
گڑیا بڑی ہو گئی ہے
شوکیس سے باہر نکل آئی ہے
اپنا آکاش چھونے کو
اپنی زمین پر
کھڑی ہو گئی ہے
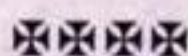
✠✠✠✠

## بزرگوار

ایک عمر دراز چہرہ
پیس میکر سے دھڑکتا ہوا دل
آنکھ کی دھندلاتی روشنی
زندگی کی چمک
پورے کنبے کا جغرافیہ
اپنے اردگرد سمیٹے
زندگی کی شام کو
یادوں میں لپیٹے
عمر کی لکیروں میں
تجربے کی چمک
کسی فرشتے کی طرح
ایک بزرگ کا سایہ
گھر میں ٹہلتا ہے
اپنے دھیمے قدموں سے
چہل قدمی کرتے ہوئے
سب کی خبر رکھتا
بس دعا ہے یہی
اس دعا کے ہاتھ
سب کے سر پر رہے
کاش! ہر بزرگ کا مان
ہر گھر میں رہے

✠✠✠✠

# شہر

قطاریں درختوں کی
جانے کہاں کھو گئیں
پرندوں کی بساطیں
گمشدہ ہو گئیں
بدلتے وقت کا
یہ کیسا ہے قہر
چمکیلی پرچھائیوں کا
بن گیا ہے شہر
رفتار زندگی کی
آسمانی ہو گئی
وہ مٹی کی خوشبو
کہانی ہو گئی
لگتا ہے فضاؤں میں
گھل رہا ہے زہر

بے لگام ہوتا
جنون انسان کا
ہو گیا محال
سکون انسان کا
اڑ گئیں ہیں نیندیں
نہیں سوتا کسی پہر
جاگا رہتا ہے شہر

✠✠✠✠

## ساتھ

جو خیال بن کے
ذہن کو روشن کردے
وقار بن کے
وجود کو پختہ کردے
مسکراہٹ بن کے رہے
لب پہ ہمیشہ
احساس کی طرح موجود ہے
دل میں ہر دم
کچھ اس طرح
سنگ رہے ہم تم

✠✠✠✠

## تیرے صدقے

لمحے
جو وقت نے چرا کر
زندگی کے نام کردیے
نغمے محبت کے
ہم کلام کردیے
حسین سے حسین تر
ہوتا جاتا ہے تصور
کوئی مصور
تصویر میں
بھرتا جاتا ہے رنگ
کوئی چھیڑتا ہے دھن
گونج اٹھتا ہے سُر
اے محبت! تیرے صدقے
شکوے عمر بھر کے
پل میں تمام کردیے

✠✠✠✠

## رسمِ وفا

الفاظ کے سائے میں گھر کے
اک نظم ہوئی تھی
تنہائی میں بعد مدت کے
اک بزم ہوئی تھی
ادا میں، وفا میں، فضا میں
رہتا ہے کوئی
وہ خوبصورت لمحہ
دل سے دل ملنے کی
جب رسم ہوتی تھی

✠✠✠✠

## تختہ پلٹ

باوجود فرق کے
سب سے پہلے
انسان ہیں ہم
یہ بات بھول کر
جناب بس
تانا شاہ بن بیٹھے!
ختم ہونا ہے ان کو
جو خود کو
سرمایہ مان بیٹھے
سوچ لو
تختہ پلٹنے میں
دیر نہیں لگتی

✠✠✠✠

# سکون

ایک بھنور ہے بے کلی کا
بار بار کھینچ لیتا ہے
سوچ کے ہر پہلو کو
اپنے اندر
سناٹے میں گونج کیسی ہے؟
جب چپ ہے سب کچھ
وہ کیا ہے
سکون کو بھی سکون ہے
جو رہنے نہیں دیتا
سکون کو باہر آتا ہے نظر
اور نہ ہی اس دل کے اندر

✠✠✠✠

# تنہا

کارواں ساتھ تھا
اور میں اس غرور میں
سب کے آگے آگے
کہ میں تنہا نہیں ہوں
پر قضا آئی تو
فقط مجھ پر آئی
دیکھا پلٹ کر
کارواں ندارد تھا
اور میں تنہا!

✠✠✠✠

# احساسِ الفت

جاوداں محبت
قطرہ قطرہ بہتی ہوئی
رُواں رُواں بھگوتی ہوئی
اندر ہی اندر
جیسے لہروں نغزش
خوابوں خیالوں میں
کوئی تصویر
خود بخود
بنتی سنورتی ہو جیسے
بے انتہا بے شمار
اک سمندر بے پناہ
ذہن کی سرحدوں سے
دم بدم ٹکراتا ہوا
اس پہ کیفیت دل

جا بجا کوئی احساس
محسوس کرتی ہو جیسے
جھکی ہوئی نظروں میں
خمارِ الفت
پوشیدہ رکھتی ہو جیسے

✠✠✠✠

## موجودگی

گمشدہ پرچھائیوں میں
گمنام تاریکیوں میں
تنہا تنہا
عمر کا طویل سفر......
کوئی جگنوں ہے
تجلیٔ نور ہے
یا ہے کوئی ستارا
شاید تمہیں معلوم نہیں
پر کوئی تو موجود ہے
جو راہِ حیات کو
کر رہا ہے منور

✠✠✠✠

## اتنی سے بات

چابک مار کر
اشاروں پر نچا کر
بڑا کمال کیا
دل جیت کر
کرتے حکومت
تو کوئی بات ہوتی
بس اتنی سی بات
نہ آئی سمجھ میں
بڑھا کر ہاتھ
اپنے ہمراہ کرتے
تو کوئی بات ہوتی

✠✠✠✠

# مشعل

کب تک بیٹھے رہو گے
کسی مسیحا کے انتظار میں
ہاتھوں میں بجھی ہوئی مشعلیں لئے......
کون آئے گا
کب آئے گا؟
کیوں نہ بن جاؤ
خود اپنے رہبر
اپنی ہی آگ سے
سُلگا دو
ان مشعلوں کو
پھیلا دو روشنی
تیرگی کے عالم میں
دیکھنا پھر
راستہ تو کیا
منزل بھی
صاف نظر آنے لگے گی

✠✠✠✠

# خاموشی

تم بھی خاموش
میں بھی چپ چاپ رہوں
بن بولے
اپنی بات کہوں
خاموشی سے سنو
میری خاموشی بھی
تمہیں
سنائی دینے لگے گی
دل کی زباں
اگر جان لو پڑھنا
ہر ایک تصویر
صاف
دکھائی دینے لگے گی!

✠✠✠✠

## پوشیدگی

چاند کھلا

چاندنی پھیلی

شب جمال ہوئی

زمیں نہال ہوئی

رات رانی کی مہک

خواہشات کی لہک

ایسے لمحات میں

غروب آفتاب نے

اپنے نور سے

چاند کو شرابور کر کے

چاندنی میں

محبت سے

چار چاند لگا دیئے

✠✠✠✠

## سمندر

دریا کے وجود کو

بھلے ہی سمیٹ لے

اپنے آغوش میں

لہروں سے کھیلیں

ساحل کی ریت پہ

اِترائے اپنی گہرائی پہ

طوفاں سے کھیلے

اپنا جادو دکھا کے

چاندنی کو لبھالے

مگر یہ طے ہے

سمندر کا پانی کبھی

میٹھا نہیں ہوتا!!

✠✠✠✠

## من

مٹی کے تن میں
مٹی کا یہ من
دن رات پکتا رہتا ہے
پھر بھی کچا رہتا ہے
ذرا سی ٹھیس ہو
چٹکتا ہے ایسے
کانچ کا ہو جیسے
احساس کئی طرح کے
زندگی میں چکھتا رہتا ہے
مشغول ہر دم
اپنے ہی آسماں میں
پرواز کرتا رہتا ہے
من پھر بھی
بچہ رہتا ہے

✠✠✠✠

## الہام

صبح کی پہلی
چہچہاہٹ
خیالوں میں
سگبگاہٹ
ہوئی دستک
دل کے دروازے
کوئی دے رہا ہے
آوازیں
پہلی ملاقات
اتنی آشنا......!
کیا یہ کسی
ہمنشیں کی آہٹ ہے؟

✠✠✠✠

## انصاف

کوئی کیسے
سر جھکا کر
سزا قبول کرلے
جب.........
فیصلہ انہیں ہاتھوں میں ہے
جو خود
سزا کے
حقدار ہیں
جن کے دامن
خود داغدار ہیں!!

✠✠✠✠

## قسمت

وہ قدم بڑھاتا ہے تو
پھول بچھ جاتے ہیں
میں ہاتھ بڑھاؤں تو
کانٹے چبھ جاتے ہیں
کیوں بہاریں
قدم چومتی ہیں اس کے
جل اٹھتی ہے
تقدیر کی لَو
راہ میں اس کے
یہ قسمت نہیں تو
اور کیا ہے
یہ سب پر
ایک جیسی
مہرباں
کیوں نہیں ہوتی؟

✠✠✠✠

# پھانس

کسک بن کر
ٹیستی رہتی ہے
احساس میں گھرے کہیں گہرے
دھنس کر
یہ پھانس
چبھتی رہتی ہے
یاد دلاتی
اُس نامعقول وقت کی
جب
کھچاک سے
دل میں
ایسی لگی ہے
باہر نکل نہ پائی
اب تو یہ خود
درد کا
احساس کرا دیتی ہے
اپنے ہونے کا پتہ دیتی ہے!

✠✠✠✠

## کبھی کبھی

ستمگر کہہ
اس طرح
زندگی پر
لعنت نہ بھیجئے
اُن خوبصورت
لمحوں کی
آپ ہی نے
جستجو نہ کی ہوگی
ورنہ
قسمت بھی
مہرباں
ہوتی ہے
کبھی کبھی

✠✠✠✠

## الاؤ

اندر کی
یہی آگ
سُلگائے گی
جلائے گی
پھر تپا کر
چمکائے گی
سونا بننے کے پہلے
گلنا پگھلنا
پڑتا ہے
اس آگ میں جل کر
نئے روپ میں ڈھل کر
جو احساس جواں ہوگا
تو اپنے ہونے کا گماں ہوگا
ہے الاؤ کی گزارش
اس آگ کو بجھنے مت دینا!

✠✠✠✠

# نئی دشا

صدیوں سے
بوئے گئے ہیں
دماغوں میں
غلامی کے بیج
رسم ورواج کے
نام پر
دیئے گئے بیڑیوں میں بھینچ
ایک خوبصورت سازش
کہ جب
سوچنے سمجھنے کی
طاقت ہی کردی جائے کمزور
کوشش ہوگی یہی
بار بار پرزور
وجود کے انکار کی
آرزوؤں کو مارنے کی
جب نہ کچھ ہوگا اپنے حق میں
نہ حالات ہوں گے بس میں
تب خود کو بچانے کے لئے
خود ہی کھڑے ہونا ہوگا
اپنے چھوٹے پن سے ابھر کر
خود ہی بڑے ہونا ہوگا
دماغ کی کند سوچ کو
مضبوط ارادوں میں ڈھال کر
ایک نئی دِشا کی اور
بڑھنا ہوگا
سفر کٹھن ہے مگر
سفر یہ طے کرنا ہوگا!!

✠✠✠✠

ایک نہیں
ایسی ہزاروں آوازیں ہیں
سوال کرتی ہوئیں
بغاوت پہ آمادہ
چیختی چلاتی ہوئی
وقت جن کے حق میں نہیں
جنگ جاری ہے
ڈٹے ہیں دونوں ہی
اپنے مورچے پر
میں انہیں مظلوموں کی آواز ہوں

خدیجہ خان

₹ 150 $ 5

ANYBOOK.ORG
G- 248, 2nd Floor
Sector 63, Noida - 201301
Email: contactanybook@gmail.com
Website: www.anybook.org

ISBN 978-93-86619-11-2